بسم الله الرحمن الرحيم

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

اصول الرجال الشیعہ الاولیہ

محقق

سید علی نقی کاظمی

استاد راہنما: آقائے انتصار حیدر جعفری

استاد مشاور: آقائے نعیم عباس جعفری

محل تحقیق

جامعۃ الکوثر، اسلام آباد

Presented By: https://jafrilibrary.com

فہرست مطالب

پہلا باب

علم رجال کا اجمالی تعارف 8

مقدمہ 8

پہلی فصل: علم رجال کی تعریف، موضوع اور فائدہ 8

تعریف: 8

موضوع 8

غرض وغایت 9

علم رجال اور علم درایہ میں فرق 9

دوسری فصل: علم رجال کی اہمیت وافادیت 9

تیسری فصل: مثبتینِ علم رجال کی ادلہ 10

پہلی دلیل: حجیت قول ثقہ 10

دوسری دلیل: اخبار علاجیہ میں صفات راوی کی طرف رجوع 10

تیسری دلیل: واضعین اور مدلسین کا رواۃ میں موجود ہونا 11

چوتھی دلیل: روایات کی اسناد میں عامہ کا موجود ہونا 12

پانچویں دلیل: اجماع علماء 12

چوتھی فصل: منکرینِ علم رجال کی ادلہ 12

پہلی دلیل: اخبار کا قطعی ہونا 12

دوسری دلیل: ضعف کا شہرت کے ذریعے جبران 13

تیسری دلیل: تفضیح الناس 13

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانچویں فصل: علم رجال کا دیگر معارف شرعیہ سے تعلق 14
چھٹی فصل: علم رجال کے منابع 16
پہلا دور: شیعہ رجال کے اولین منابع 16
دوسرا دور: شیعہ رجال کے ثانوی منابع 16
آخری دور: شیعہ رجال کے آخری منابع 17

دوسرا باب

رجال کشی 18

مقدمہ 18
پہلی فصل: مصنف کا تعارف 18
دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 19
تیسری فصل: کتاب کا تعارف 21
چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 22
پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 23

تیسرا باب

رجال نجاشی 24

مقدمہ 24
پہلی فصل: مصنف کا تعارف 24
دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 26
تیسری فصل: کتاب کا تعارف 28
چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 29
پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 31

چوتھا باب

Presented By: https://jafrilibrary.com

رجال شیخ طوسی 32

مقدمہ 32

پہلی فصل: مصنف کا تعارف 32

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 33

تیسری فصل: کتاب کا تعارف 33

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 36

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 37

پانچواں باب

فہرست شیخ طوسی 39

مقدمہ 39

پہلی فصل: مصنف کا تعارف 39

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 41

تیسری فصل: کتاب کا تعارف 42

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 43

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 44

چھٹا باب

رجال برقی 46

مقدمہ 46

پہلی فصل: مصنف کا تعارف 46

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 46

تیسری فصل: کتاب کا تعارف 47

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 48

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 48

ساتواں باب

رسالہ ابو غالب زراری 50

مقدمہ 50

پہلی فصل: مصنف کا تعارف 50

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات 51

تیسری فصل: کتاب کا تعارف 52

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات 52

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش 52

آٹھواں باب

مشیخہ شیخ صدوق 53

مشیخہ شیخ طوسی 54

خاتمہ

رجال ابن غضائری 56

Presented By: https://jafrilibrary.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ و آلہ وعلی رواۃ سنتہ وحملۃ احادیثہ وحفظۃ کلمہ۔

حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں نور ولایت سے سرشار کیا۔اور حمد ہے اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد کو کائنات کی بہترین مخلوق قراد دیا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے ان کی اطاعت کو تمام مخلوقات پر فرض قرار دیا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں جہالتوں کی دلدل سے نکال کر علم کے اوج پر پہنچا دیا۔ بے شک علم انسان کو جہاں کمال تک پہنچاتا ہے اسی طرح انسان کو مہذب بناتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

"ان العلم راس الخیر کلہ"

بے شک تمام بھلائیوں کا سرچشمہ علم ہے۔چونکہ علم انسان کی زندگی کے کسی خاص حصے یا کسی خاص شعبے سے متعلق نہیں ہے اسی لیے علم مختلف اقسام میں منقسم اور متشعب ہو جاتا ہے۔چونکہ ان علوم میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل موضوعیت اور حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا تمام علوم اپنی جگہ پر ارزش و اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

انہیں علوم میں سے ایک بنیادی علم "علم رجال" ہے کہ جس کی اہمیت و افادیت دیگر علوم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔اس علم کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کا دیگر علوم سے کیا ربط ہے ان تمام سوالات کے جوابات ان شاء اللہ تعالےٰ ہم بیان کریں گے لیکن یہاں پر اس کی اہمیت اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

کتاب خدا کے بعد ہمارے لیے اتباع سنت واجب ہے۔اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل نبی علیہم السلام کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے۔اور احادیث کے صدور کے لیے حصول قطع ضروری ہے۔اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم روایات کے ان راویان کے احوال کی تحقیق کریں جو قبول روایت میں اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور وہ علم کہ جس کے ذریعے سے ہم راویان کے احوال پر دسترس حاصل کرسکتے ہیں وہ علم رجال ہے۔ جس کا حصول ہر اس فقیہ پر واجب ہے جو کہ احکام کا استنباط کرنا چاہتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علم رجال کی سب سے زیادہ ضرورت وفات نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے بعد محسوس ہوئی۔ کیونکہ رواۃ میں واضعین اور مدلسین کی کثیر تعداد اس میں شامل ہوگئی جس کی بناء پر راویان کے احوال کی زیادہ دقت سے چھان بین واجب قرار پائی۔ تاکہ حصول احکام میں ہم مخطی قرار نہ پائیں۔

علم رجال میں مبادی تصوریہ کے حصول کے بعد سب سے اہم چیز منابع علم رجال کا جاننا ہے۔ کیونکہ جب تک ہمیں بنیادی منابع کا علم نہ ہوگا تو ہم قدماء اور متاخرین کی جرح و تعدیل کے حوالے سے روشن نہیں جان پائیں گے۔ لہذا ضروری قرار پایا کہ منابع علم رجال کا اجمالی تعارف کروایا جائے۔ نیز منابع میں سے صرف اصول علم رجال کا انتخاب کرنا اس لیے ضروری ہوا کیونکہ یہ علم رجال کی اساس و بنیاد ہیں۔

اس مختصر سے مقالے میں علم رجال کے اولین منابع کو بیان کیا جائے گا۔ جبکہ ثانوی اور آخری منابع کو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ سالوں میں بصورت تحریر آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

الاحقر

سید علی نقی کاظمی

22-04-2016

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہلا باب:

علم رجال کا اجمالی تعارف

مقدمہ:-

کسی بھی علم کے متعلق بحث کرنے والوں کی روش یہ ہوتی ہے کہ وہ اس میں داخل ہونے سے پہلے اس کی مبادیات کو بیان کرتے ہیں مثلاً تعریف، موضوع اور اہمیت وغیرہ۔

چونکہ علم رجال بھی دیگر علوم کی طرح ایک علم ہے لہذا اصل بحث میں داخل ہونے سے پہلے ہم اس باب میں چند مقدمات بیان کریں گے تاکہ قارئین کے لیے آسانی کا باعث بنے۔

اس میں چند فصول میں بحث کی جائے گی:

پہلی فصل: علم رجال کی تعریف، موضوع اور فائدہ

تعریف:

علم یبحث فیہ عن احوال رواۃ الحدیث التی لہا دخل فی جواز قبول قولہم وعدمہ۔ [1]

علم رجال وہ علم ہے کہ جس میں حدیث کے راویوں کے ان احوال کے بارے بحث کی جاتی ہے کہ جو ان کے قول کے قبول کرنے یا نہ کرنے میں عمل دخل ہوتے ہیں۔

موضوع:

موضوعہ ھو احوال الرواۃ۔ [2] اس کا موضوع راوی کے احوال ہیں۔ یعنی آیا وہ ثقہ ہے یا نہیں؟

---

[1] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 11

[2] اصول علم الرجال: عبد الہادی الفضلی، ص 25

Presented By: https://jafrilibrary.com

غرض وغایت:

یہ علم ان علوم میں سے ایک ہے کہ جن پر حکم شرعی کے استنباط کے لیے اعتماد و انحصار کیا جاتا ہے۔ بلکہ احکام کے استنباط کے لیے اس علم سے بے نیاز ہونا ممکن نہیں۔ (1)

علم رجال اور علم درایہ میں فرق:

اب جبکہ علم رجال ایک مستقل علم ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کو علم درایہ سے ممتاز کیا جاسکے۔ ان دونوں علوم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ علم رجال میں راوی کے بارے بحث ہوتی ہے جبکہ علم درایہ میں روایت کے بارے بحث ہوتی ہے۔ نیز سند کے حوالے سے علم رجال کی بحث صغروی ہے جبکہ علم درایہ کی بحث کبروی ہے۔

دوسری فصل: علم رجال کی اہمیت وافادیت

گذشتہ باتوں سے واضح ہوا کہ علم رجال راوی کی وثاقت اور عدم وثاقت کے بارے بحث کرتا ہے۔ اور اس کی بحث صرف خبر واحد کے ساتھ خاص ہے۔ پس خبر متواتر کے بارے علم رجال بحث نہیں کرتا۔

ہم یہاں مختصراً اس کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتے ہیں۔ ادلہ احکام چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور عقل۔ لیکن ان تمام میں استنباط کا معیار ایک دوسرے سے جدا ہے۔ اس طرح کہ قرآن کریم غالباً عمومات اور کلیات پر مشتمل ہے۔ اور حکم عقل یا تو مستقلات پر مشتمل ہے یا غیر مستقلات پر، پس اگر مستقلات میں سے ہو تو وہ حسن وقبح عقلی میں منحصر ہے اور اگر غیر مستقلات میں سے ہو تو یہ مقدمہ واجب اور اجزاء وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اور ان تمام چیزوں کا اثبات خود کتاب، سنت اور اجماع کا محتاج ہے۔

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو امامیہ کے نزدیک وہ اجماع حجت ہے جو قول معصوم سے کاشف ہو۔ اور اس کے موارد قلیل ہیں۔ اور سنت خبر واحد اور خبر متواتر پر مشتمل ہے۔ خبر متواتر قلیل تعداد میں ہے۔ اور خبر واحد کبھی قرائن قطعیہ کے ہمراہ ہوتی ہے اور کبھی قرائن قطعیہ کے بغیر۔ پس اگر قرائن قطعیہ کے ساتھ ہو تو وہ حجت ہوگی مگر یہ قلیل تعداد میں ہے۔ اور اگر قرائن قطعیہ کے بغیر ہو تو کبھی اس کا صدور اطمینان بخش ہوتا ہے اور کبھی اطمینان بخش نہیں ہوتا۔ پہلی صورت حجت ہے مگر ایسی اخبار قلیل ہیں اور دوسری صورت کی اخبار کثیر ہیں۔ لہذا اس امر کی ضرورت ہے کہ اس میں ہم معتبر کو غیر معتبر سے جدا کریں۔ پس ہم علم رجال کے محتاج ہوں گے تا کہ ثقہ اور غیر ثقہ میں فرق کر سکیں۔

---

[1] اصول علم الرجال بین نظریۃ والتطبیق: آیت اللہ شیخ مسلم داوری، ص16

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تک احکام کے حصول کے لیے خبر واحد کی ضرورت ہو گی اس وقت تک علم رجال کی ضرورت باقی رہے گی۔[1]

تیسری فصل: مثبتینِ علم رجال کی ادلہ

وہ افراد جو علم رجال کو حجت مانتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ اخبار آحاد سے حصول احکام کے لیے ہم اس علم کے محتاج ہیں،وہ افراد اپنے مدعا رچند دلیلیں پیش کرتے ہیں۔البتہ اس کا اثبات منکرین علم رجال کے مقابلے میں بطور موجبہ جزئیہ ہے:

پہلی دلیل: حجیت قول ثقہ

قول خداوندی ہے کہ "قل ءالله اذن۔۔۔"[2]۔اس کے علاوہ اکثر روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بغیر علم۔عمل نہ کیا جائے۔البتہ بعض ظنون ایسے ہیں کہ جن کی حجیت پر ادلہ موجود ہیں مثلاً ظواہر اور خبر واحد وغیرہ۔اس لیے کہ تمام احکام فقہیہ کو قرآن بیان نہیں کرتا۔دوسری جانب سے وہ اجماع جو قول معصومؑ سے کاشف ہو وہ بہت ہی کم ہے۔تیسری جانب سے عقل احکام خداوندی کو بعینہ کشف کرنے سے عاجز ہے۔اور صرف اس صورت میں حجت ہے جب حکم عقل اور حکم شرع میں ملازمہ ثابت ہو جائے۔

لہذا استنباط احکام شرعی کے لیے ہمارے پاس صرف روایات باقی رہ جاتی ہیں۔اور ہر خبر حجت نہیں ہوتی بلکہ صرف وہ خبر حجت ہوتی ہے جو خبر عادل ہو۔اور راوی کی عدالت وو ثاقت جب تک ہمیں معلوم نہ ہو گی۔خبر واحد پر خبر واحد کے عنوان سے عمل کرنا درست نہ ہو گا۔لہذا ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ ہو جس کے ذریعے سے ہم راوی کی عدالت اور وثاقت کا علم حاصل کر سکیں۔اور یہ طریقہ صرف ہمیں علم رجال کو سیکھنے سے حاصل ہو گا۔

دوسری دلیل: اخبار علاجیہ میں صفات راوی کی طرف رجوع

جب دو خبروں کے درمیان تعارض ہو جائے تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے اور تعارض کو ختم کرنے کے لیے ہم صفات راوی کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ تعارض کو دور کیا جاسکے۔اور صفات راوی سے مراد راوی کا اعدل،اصدق،افقہ اور اورع ہونا ہے جیسا کہ مقبولہ عمر بن حنظلہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔[3]

---

[1] تحریر المقال فی کلیات علم الرجال: مھدی الھادوی الطھرانی، ص12

[2] سورہ یونس: آیت 59

[3] وسائل الشیعہ: ج18، کتاب القضاء، باب نمبر 9از ابواب صفات قاضی، حدیث نمبر1، ص75

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور صفات راوی کی طرف رجوع خود علم رجال کی طرف رجوع کا محتاج ہے تا کہ ان صفات کا احراز کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں اخبار علاجیہ صرف مقبولہ عمر ب حنظلہ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ کئی ایسی روایات موجود ہیں جو صفات راوی کے ذریعے سے ایک خبر کی دوسری خبر پر ترجیح کے لیے دلیل بنتی ہیں۔

تیسری دلیل: واضعین اور مدلسین کا رواۃ میں موجود ہونا

جب ہم راویوں کے احوال کو دیکھتے ہیں تو ہم اس میں واضعین (روایات گھڑنے والے) اور کاذبین (جھوٹ بولنے والے) کثرت سے پاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ ایک مجتہد راوی کی صفات اور احوال کو جانے بغیر اس روایت کے مطابق فتویٰ دے؟

امام صادقؑ نے فرمایا: مغیرہ بن سعید نے میرے والد کے اصحاب کی کتب میں ایسی روایات شامل کیں ہیں جو میرے والد نے ارشاد نہیں فرمائیں۔ پس خدا سے ڈرو اور اور ہم سے منسوب ایسی روایات قبول نہ کرو جو کتاب خدا اور سنت مصطفیٰ ﷺ کے مخالف ہوں۔ (1)

امامؑ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہر راوہ کی روایت قبول نہیں کی جائے گی بلکہ راوی ثقہ کی روایت قبول کی جائے گی، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہہ ہر روایت کتاب خدا اور سنت نبی ﷺ سے موافق نہیں ہوتی۔

شیخ طوسی اپنی کتاب عدۃ الاصول میں فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک ایسے گروہ کو پایا کہ جو روایات نقل کرنے والے رجال میں فرق کرتے تھے۔ پس وہ مؤثقین کو مؤثق اور ضعفاء کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اور ان افراد کے مابین فرق کرتے تھے کہ جس کی بات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور جس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ممدوح کی مدح اور مذموم کی ذم کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ فلان ثقہ ہے، فلان کذاب ہے، فلان مخلط ہے، فلان مخالف مذہب ہے، فلان واقفی ہے اور فلان فطحی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر طعون کو ذکر کیا اور ان پر کتب لکھیں"۔

شیخ طوسی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ راویوں میں من گھڑت اور جھوٹے راوی موجود ہیں۔ لہذا یہ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کتب اربعہ کی تمام روایات حجت ہیں اور ان کی چھان بین کی ضرورت نہیں؟ (2)

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال المعروف بہ رجال کشی: شیخ طوسی، ص 287

[2] عدۃ الاصول: شیخ طوسی، ج 1، ص 366

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھی دلیل: روایات کی اسناد میں عامہ کا موجود ہونا

جب ہم کتب احادیث کی طرف مراجعہ کرتے ہیں تو روایات کی اسناد میں عامہ کے رواۃ کو دیکھتے ہیں۔ بطور مثال چند رواۃ کا ذکر ذیل میں ہے:

1۔ وہ راوی جو کہ اہل سنت ہیں۔ مثلاً محمد بن اسحاق بن یسار، حسین بن علوان، سفیان ثوری۔

2۔ وہ راوی جن پر آئمہ نے لعنت فرمائی ہے۔ مثلاً عروہ بن یحییٰ الدھقان النماس، عمرو بن حریث المخزومی، یونس بن ظبیان، مغیرہ بن سعید، محمد بن علی شلمغانی۔

3۔ وہ راوی جو کہ فاسد العقیدہ ہیں۔ مثلاً قعنب بن اعین (مذھب مرجئہ)، احمد بن محمد بن نوح البصری السیرافی (قائل رؤیت خدا)

پانچویں دلیل: اجماع علماء

علمائے امامیہ بلکہ مسلمانوں کے تمام فرقے زمان گذشتہ سے اس بات پر متفق ہیں کہ اس علم کی تالیف اور تدوین کی جائے۔ اگر احکام الٰہیہ کے حصول میں اس کا عمل دخل نہ ہوتا تو اس علم کی تدوین کی ضرورت نہ ہوتی۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ تمام زمانوں میں فقہاء اور محدثین کا روایات کی اسناد کو نقل کرنا اور اس کے راوی کی وثاقت اور عدالت کے بارے بحث کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ روایات کے رجال کی معرفت اجتہاد کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ (1)

چوتھی فصل: منکرینِ علم رجال کی ادلہ

وہ افراد جو علم رجال کو حجت نہیں مانتے اور اس کے سیکھنے کو حرام جانتے ہیں۔ وہ اپنی چند دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ہم ان ادلہ اور ان پر وارد ہونے والے اشکالات کو بطور اختصار بیان کریں گے:

پہلی دلیل: اخبار کا قطعی ہونا

صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملیؒ فرماتے ہیں: "ہمیں علم قطعی ہے کہ ہمارے علمائے متقدمین اور معصومینؑ کے زمانے میں احادیث کی تدوین کا کام ہوا۔

---

[1] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص21 تا 29

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور اس طویل مدت میں علماء نے اپنی محنتیں صرف کیں تا کہ احکام دین حاصل کر سکیں اور شیعہ اس پر عمل کر سکیں۔ انہوں نے اپنی عمریں صرف کیں تا کہ تا کہ احادیث کی تصحیح کے ساتھ ان کو محفوظ کیا جا سکے"۔ پس جب تمام روایات قطعی الصدور ہیں تو ان میں وثاقت اور عدم وثاقت کی بحث کیوں کی جائے گی؟

اس دلیل پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ خبر واحد میں قاعدہ اولیہ یہ ہے کہ یہ حجت نہیں ہے مگر یہ کہ دلیل سے اس کی حجیت ثابت ہو جائے۔ اور جو روایات ہمارے پاس موجود ہیں وہ ضعیف اور مرسل روایات پر مشتمل ہیں۔ پس ہم کیسے اس کو مطلقاً حجت کہہ سکتے ہیں؟ پس صاحب وسائل کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔[1]

دوسری دلیل: ضعف کا شہرت کے ذریعے جبران

بعض اخباری کہتے ہیں کہ ہر وہ خبر جس پر مشہور نے عمل کیا ہو وہ ہمارے لیے حجت ہے خواہ راوی ثقہ ہو یا ثقہ نہ ہو۔ اور ہر وہ خبر جس پر مشہور نے عمل نہ کیا ہو وہ حجت نہیں ہے خواہ اس کے راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اس دلیل پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ میں مشہور کا عمل جاننا ایک مشکل کام ہے۔ کیونکہ بعض مسائل کو علماء نے اپنی کتب میں بطور عنوان ذکر نہیں کیا اور بعض مسائل مشہور نہیں ہیں۔ لہذا صرف اور صرف ثقہ کے قول کو معیار اور حجت قرار دینے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔[2]

تیسری دلیل: تفضیح الناس

علم رجال ایک ایسا علم ہے کہ جس سے بچنا واجب ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے عیوب تلاش کرنا لازم آتا ہے۔ جبکہ شریعت نے ہمیں دوسروں کے عیوب کی ستر پوشی کا حکم دیا ہے اور دوسروں کے عیوب کو آشکار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس پر دو اشکالات وارد ہوتے ہیں:

1۔ اس صورت میں فقہ کا باب المرافعات منقوض قرار پائے گا کیونکہ اس میں منکر- مدعی کے گواہوں پر جرح کرتا ہے۔

2۔ حقوق الناس سے اہم احکام الٰہی کا تحفظ ہے۔ یہ مورد بھی انہی موارد میں سے ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس مورد میں لوگوں کا تفحص حرام ہوتا تو خداوند متعال سورہ نبا میں یہ حکم نہ دیتا:

[1] اصول علم الرجال بین النظریۃ والتطبیق: آیت اللہ شیخ مسلم داوری، ص18

[2] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص36

Presented By: https://jafrilibrary.com

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا "[1]۔اگرچہ آیت میں حکم صرف فاسق کے بارے آیا ہے لیکن یہ مجہول کو بھی شامل ہے۔کیونکہ اس کی علت آیت کے ذیل میں آئی ہے:" أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ "[2]۔کیونکہ جہالت کی وجہ سے قوم کو نقصان پہنچانے میں صرف وہ شخص مراد نہیں ہے جو فقہ کا علم رکھتا ہے بلکہ یہ عام ہے اور تمام افراد کو شامل ہے۔[3]

پانچویں فصل: علم رجال کا دیگر معارف شرعیہ سے تعلق

علم رجال بھی دیگر علوم اسلامی کی مانند ایک علم ہے۔جس طرح علم حدیث اور علم اصول فقہ وغیرہ۔ان تمام علوم کا ہدف احکام شرعیہ تک پہنچنا ہے۔اسی وجہ سے یہ تمام علوم ایک دوسرے سے منسلک اور مرتبط ہیں۔ہم یہاں بیان کریں گے کہ علم رجال کی دیگر معارف شرعیہ کے ساتھ کیا تعلق ہے تاکہ اس کی اہمیت مزید واضح ہو سکے۔

علم رجال کا معارف شرعیہ کے ساتھ تعلق کا آغاز علم تراجم کے ذریعے سے ہوا۔اور یہ بات واضح رہے کہ علم تراجم جزئیات پر مشتمل ہے جبکہ علم رجال کلیات پر۔

علم تراجم سے تعلق کی وجہ سے دیگر علوم کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہو جاتا ہے۔اس کے لیے ہم ایک مثال ذکر کرتے ہیں جس سے علم رجال کا دیگر علوم سے ارتباط واضح ہو جائے گا۔

الکافی، کتاب الزکاۃ میں باب فضل الصدقۃ میں روایت ہے:-

علی ابن ابراہیم اپنے والد سے، وہ ابن ابی عمیر سے، وہ عبد اللہ بن سنان سے، وہ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امامؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مریض کے لیے مستحب ہے کہ وہ سائل کو اپنے ہاتھ سے صدقہ دے اور سائل کو حکم دے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔

جب ہم اس حدیث کے ذریعے استدلال کرنا چاہیں گے ہمیں درج ذیل چیزوں کی بالترتیب اتباع کرنا ہوگی جس سے علم رجال اور دیگر معارف شرعیہ میں تعلق واضح ہو جائے گا:

1۔سب سے پہلے ہم کتب رجال کی طرف رجوع کریں گے تاکہ اس حدیث میں واقع تمام راویوں کے احوال کے بارے جان سکیں۔وہ راوی یہ ہیں:

---

[1] سورہ الحجرات: آیت 6

[2] سورہ الحجرات: آیت 6

[3] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 40

Presented By: https://jafrilibrary.com

- محمد بن یعقوب کلینی: ان کے بارے نجاشی فرماتے ہیں کہ کان اوثق الناس فی الحدیث۔ یعنی امامی عادل۔
- علی بن ابراہیم قمی: ان کے بارے نجاشی فرماتے ہیں کہ ثقة فی الحدیث، ثبت، معتمد، صحیح المذھب۔ یعنی امامی عادل۔
- ابراہیم بن ہاشم قمی: ان کے بارے خوئی فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ہاشم کی وثاقت کے بارے شک نہیں کرنا چاہیے۔ پس ان کا امامی عادل ہونا ثابت ہے۔
- محمد بن ابی عمیر الازدی: ان کے بارے نجاشی فرماتے ہیں کہ جلیل القدر، عظیم المنزلة فینا و عند المخالفین۔ یعنی امامی عادل۔
- عبداللہ بن سنان: ان کے بارے نجاشی فرماتے ہیں کہ ثقة من اصحابنا، جلیل و لا یطعن علیه بشیء۔ یعنی امامی عادل۔

2۔ اس کے بعد ہم ایک قاعدہ رجالیہ کی طرف رجوع کریں گے کہ "کل راو شھد بوثاقته الرجالیون المتقدمون او قامت القرائن الدالة علی وثاقته فھو ثقة"۔

3۔ اس کے بعد ہم علم حدیث کی طرف رجوع کریں گے۔ اور قاعدہ حدیثیہ کو اس پر منطبق کریں گے کہ "کل سند رواته امامیون عدول فھو صحیح"۔ پس یہ حدیث صحیح شمار ہو گی۔

4۔ اس کے بعد ہم علم اصول کی طرف رجوع کریں گے اور قاعدہ اصولیہ کو اس پر منطبق کریں گے کہ "خبر الثقة حجة"۔ پس یہ روایت حجت ہو گی کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

5۔ اب جبکہ ہمارے لیے ثابت ہو گیا کہ یہ روایت امام صادقؑ سے منقول ہے اور صحیح ہے۔ اس کے بعد ہم عرف عربی کی طرف رجوع کریں گے۔ اور ہمیں یہ بات معلوم ہو گی کہ اس روایت کی دلالت ظاہری ہے۔ کیونکہ یہ روایت اس بات میں ظہور رکھتی ہے کہ مریض کے لیے صدقہ اور سائل کو شفاء کے لیے دعا کا امر دینا مستحب ہے۔

6۔ آخر میں ہم قاعدہ اصولیہ کی طرف رجوع کریں گے کہ "کل ظاھر حجة"۔

آخر میں ہم یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ مریض کے لیے مستحب ہے کہ وہ خود سائل کو صدقہ دے اسی طرح اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ سائل کو اس کی شفاء کے لیے دعا کا امر دے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پس معلوم ہوا کہ یہ تمام علوم شرعیہ ایک دوسرے سے تدریجاً مرتبط ہیں۔ اگر ہم اس میں علم رجال کی مدد حاصل نہ کرتے تو اس حدیث سے ہم حکم شرعی کا استنباط نہیں کرسکتے تھے۔(1)

چھٹی فصل: علم رجال کے منابع

شیعہ منابع رجال کو مختلف ادوار کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:-

1۔ اولین منابع　　2۔ ثانوی منابع　　3۔ آخری منابع

پہلا دور: شیعہ رجال کے اولین منابع

یہ منابع تیسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری کے زمانے پر مشتمل ہیں۔ اس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

1۔ رجال کشیؒ　　2۔ فہرست نجاشیؒ

3۔ رجال شیخ طوسیؒ　　4۔ فہرست شیخ طوسیؒ

5۔ رجال برقیؒ　　6۔ رسالہ ابو غالب زراریؒ

7۔ مشیخہ صدوقؒ　　8۔ مشیخہ شیخ طوسیؒ

نوٹ: اولین منابع کی یہ تقسیم آیت اللہ جعفر سبحانی کے مطابق ہے۔(2) البتہ مختلف علماء نے مختلف تقسیمات کی ہیں۔ بعض علماء رجال ابن عضائری کا اضافہ کرتے ہیں اور مشیخہ صدوق و شیخ طوسی کو شامل نہیں کرتے۔ البتہ ہم اپنی بحث کے آخر میں رجال ابن عضائری کے بارے بحث کریں گے تاکہ دیگر علماء کی اتباع ہوسکے اور تشنگی باقی نہ رہے۔

دوسرا دور: شیعہ رجال کے ثانوی منابع

یہ منابع چھٹی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری کے زمانے پر مشتمل ہیں۔ اس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

1۔ فہرست شیخ منتجب الدینؒ　　2۔ معالم العلماء ابن شہر آشوبؒ

3۔ رجال ابن داؤدؒ　　4۔ خلاصۃ الاقوال علامہ حلیؒ

---

[1] اصول علم الرجال: عبدالھادی الفضلی، ص 37 تا 39

[2] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 55،57

Presented By: https://jafrilibrary.com

آخری دور: شیعہ رجال کے آخری منابع

یہ منابع دسویں صدی ہجری سے آج تک کے زمانے پر مشتمل ہیں۔ اس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

1۔ مجمع الرجال قہپائیؒ

2۔ نقد الرجال تفرشیؒ

3۔ جامع الرواۃ اردبیلیؒ

4۔ رجال سید بحر العلومؒ

5۔ تنقیح المقال مامقانیؒ

6۔ قاموس الرجال شوستریؒ

7۔ معجم رجال الحدیث ابو القاسم الخوئیؒ (1)

اس مقالے میں شیعہ رجال کے اولین منابع کے بارے مختصر مگر جامع بحث کی جائے گی۔

[1] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص 217

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسرا باب:

رجال کشی

مقدمہ:-

علم رجال پر سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب عبید اللہ بن ابی رافع کی ہے جو کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے کاتب تھے۔اس کتاب میں تقریباً ان اصحاب کے اسماء تھے جو کہ امیر المومنینؑ کے ہمراہ تمام جنگوں میں شریک تھے۔

اس کے بعد قرن ثانی میں عبد اللہ بن جبلہ کنانی، ابن فضال اور ابن محبوب وغیرہ نے رجال پر کتب لکھی۔اور یہ سلسلہ قرن رابع تک جاری رہا۔

قرن اول سے قرن رابع تک لکھی جانے والی تمام کتب میں سے کوئی کتاب بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔بلکہ ہمارے پاس صرف اصول ثمانیہ ہیں جو کہ قرن رابع اور خامس کی کتب ہیں۔ان کتب میں سے سرفہرست رجال کشی ہے۔اس کتاب کے بارے ہم مختلف فصول میں بحث کریں گے:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی، ابن قولویہ ابو القاسم جعفر بن قولویہ کے ہم عصر میں سے تھے۔کشی- قریہ کش کی طرف منسوب ہیں۔اس سے مراد وہ شہر ہے جو کہ نہر کی دوسری طرف ہو۔آپ کی وفات 329ھ میں ہوئی۔

علامہ کشی کی حالات زندگی کے بارے مکمل تفصیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔اسی طرح ان کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات بھی ہم پر مخفی ہے۔بہر حال موصوف قرن رابع کے علماء میں سے شمار ہوتے ہیں۔چونکہ آپ ابن قولویہ کے ہم

Presented By: https://jafrilibrary.com

عصر تھے اس لیے دونوں ایک دوسرے سے رویت کرتے تھے۔اسی طرح دونوں شیخ ابو القاسم کے والد شیخ ابو جعفر محمد بن قولویہ سے روایت لیتے تھے۔اور ان دونوں سے ابو محمد ہارون بن موسیٰ التلعکبری روایت لیتے تھے۔(1)

آپ کے اساتذہ میں سے ابو نضر محمد بن مسعود بن محمد بن عیاش السلمی السمرقندی تھے جو کہ عیاشی کے لقب سے معروف ہیں۔جو کہ صدوق اور ثقہ تھے۔

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

علامہ کشی کے بارے علماء کے نظریات ذیل میں ہیں:

1۔ شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست میں لکھتے ہیں:

" قة بصیر بالاخبار و الرجال،حسن الاعتقاد،له کتاب الرجال"۔(2)

ترجمہ: ثقہ،روایات اور راویوں کا علم رکھنے والے،اچھے اعتقاد والے تھے اور ان کی ایک رجال کی کتاب تھی۔

2۔ شیخ طوسی اپنی کتاب رجال میں لکھتے ہیں:

"ثقة بصیر بالرجال و الاخبار،مستقیم المذهب"۔(3)

ترجمہ: ثقہ،راویان اور روایات پر عبور رکھنے والے اور درست نظریے کے مالک تھے۔

3۔علامہ نجاشی ان کے بارے رقمطراز ہیں:

"محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ابو عمرو،کان ثقة عیناً و رویٰ عن الضعفاء کثیراً،و صحب العیاشی و اخذ عنه و تخرج علیه فی دارہ التی کان مرتعاً للشیعة و اهل العلم،له کتاب الرجال،کثیر العلم و فیه اغلاط کثیرة"۔(4)

ترجمہ: محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ابو عمرو ثقہ تھے۔انہوں نے ضعیف راویوں سے بہت روایات لیں۔عیاشی کے ساتھ رہے اور ان سے کسب فیض کیا۔اور عیاشی کے پاس جاتے تھے کہ جن کا گھر شیعوں اور اہل علم کا مرکز و محور تھا۔ان کی ایک رجال کی کتاب ہے کہ جس میں کئی غلطیاں ہیں۔

---

[1] صیانۃ العلوم الاسلامیہ و دور علم الرجال فیہا: عبد الرسول غفاری، ص335

[2] فہرس الشیخ: الطبعۃ الاولی، ص141، رقم604۔الطبعۃ الثانیہ، ص167، رقم615

[3] رجال الشیخ: ص497

[4] رجال النجاشی: ص372، رقم1018

Presented By: https://jafrilibrary.com

4۔ ابن شہر آشوب ان کے بارے فرماتے ہیں:

"من غلمان العیاشی، لہ کتاب معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین علیھم السلام"۔ [1]

ترجمہ: عیاشی کے شاگردان میں سے تھے۔ ان کی ایک کتاب ہے کہ جس کا نام معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین علیہم السلام ہے۔

5۔ شیخ حسین مظاہری ان کے بارے فرماتے ہیں:

"ثقۃ الاصحاب بما فوق التوثیق وھو اجل شاناً من ان یحتاج الی التوثیق فانہ کان یوثق غیرہ و کتابہ فی الرجال اشھر من ان یوصف و ھو المرجع لکثیر من علماء الرجال"۔ [2]

ترجمہ: علماء میں سے ثقہ تھے، ایسے ثقہ کہ توثیق سے بلند تھے۔ ان کی شان اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ان کی توثیق کی جائے کیونکہ یہ دوسروں کی توثیق کرتے تھے۔ اور ان کی کتاب اس قدر مشہور ہے کہ اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔ آپ اکثر علمائے رجال کا مرجع ہیں۔

6۔ آیت اللہ جعفر سبحانی فرماتے ہیں:

"فالکشی من عیون الثقات و العلماء و الاثبات"۔ [3]

ترجمہ: کشی ثقات، علماء اور مثبتین میں سے تھے۔

7۔ صاحب مقباس الرواۃ علی اکبر سیفی ان کے بارے فرماتے ہیں:

لا خلاف فی وثاقتہ بل جلالۃ قدرہ و بصیرتہ بالرجال و الاخبار و استقامۃ مذھبہ الا انہ روی کثیراً عن الضعفاء۔ [4]

ترجمہ: ان کی وثاقت بلکہ ان کے مقام کی جلالت، ان کی راویان اور روایات پر دسترس اور ان کے نظریے کی استقامت کے بارے کوئی اختلاف نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے ضعیف راویوں سے بہت روایات لیں ہیں۔

---

[1] معالم العلماء: ص102۔ المعجم الموحد لاعلام الاصول الرجالیۃ و لخلاصۃ للعلامۃ: شیخ محمود درياب نجفی، ج1، ص28

[2] الثقات الاخیار من رواۃ الاخبار: شیخ حسین مظاہری، ص350

[3] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص58

[4] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی مازندرانی، ص29

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کا مکمل نام معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقینؑ ہے۔ جو کہ رجال الکشی کے نام سے معروف ہے۔ بعد میں شیخ طوسیؒ نے اس کی تلخیص کی اور اس کی فنی اور علمی غلطیوں کی تصحیح کرنے کے بعد اس کا نام اختیار معرفۃ الرجال رکھا۔

اب اس کتاب کا وجود نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ رجال ابن غضائری کی طرح یہ بھی ضائع ہو چکی ہے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ یہ کتاب شیخ طوسی کے پاس موجود تھی کہ جس میں کئی غلطیاں موجود تھیں۔

بہر حال آج کے زمانے میں اصل کتاب رجال کشی ہمارے پاس موجود نہیں ہے بلکہ اختیار معرفۃ الرجال موجود ہے۔[1] اصل کتاب سید ابن طاؤسؒ کے پاس موجود تھی۔ کیونکہ انہوں نے اس کتاب کو مرتب کیا اور اس کو دیگر کتب ہای رجال کے ساتھ ضم کیا۔ اور اس کا نام "حل الاشکال فی معرفۃ الرجال" رکھا۔ یہ کتاب شہید ثانیؒ کے پاس بھی موجود تھی۔

شیخ طوسیؒ نے اس کتاب میں سے زوائد کو ختم کیا۔ جیسا کہ آیت اللہ قہپائی فرماتے ہیں کہ: اصل کتاب میں رجال عامہ وخاصہ شامل تھے۔ شیخ طوسی نے ان میں سے خاصہ کو اختیار کیا۔[2]

البتہ شیخ طوسی نے جب اس کتاب کا خلاصہ کیا تو اس کو مرتب نہیں کیا۔ بعد میں آنے والے بعض علماء نے اس کو مرتب کیا۔ جیسا کہ سید یوسف بن محمد بن زین الدین الحسینی الشامی جو کہ میرزا استر آبادی کے اساتذہ میں سے تھے انہوں نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ ان کے بعد عنایت اللہ قہپائیؒ صاحب مجمع الرجال نے اس کو مرتب کیا۔[3]

محدث نوری مستدرک الوسائل میں فرماتے ہیں: بعض قرائن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اختیار شیخ میں بعض علماء کی جانب سے تصرف ہوا ہے اس طرح کہ اس میں سے بعض چیزوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور آج کے زمانے میں اس کتاب میں وہ سب کچھ نہیں ہے جو اختیار شیخ میں تھا۔ اور اس بات کی طرف میں نے کسی کو بھی متوجہ نہیں پایا۔ اب جبکہ قرائن موجود ہیں تو اس دعویٰ کے بارے کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بعض قرائن ذکر کیے۔ اور وہ مقدار بیان کی جو کہ ساقط کی جا چکی ہے۔[4]

وہ قرائن جو محدث نوری نے بیان کیے ہیں وہ چار ہیں اور ذیل میں ہیں:

---

1 اصول علم الرجال: عبد الھادی الفضلی، ص99

2 کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص

3 صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبد الرسول غفاری، ص336

4 مستدرک الوسائل: محدث نوری، 530/3

Presented By: https://jafrilibrary.com

1۔اس کتاب میں سید ابن طاؤوس کے جملات ہیں جو کہ اصل رجال کشی میں موجود نہ تھے۔

3،2۔اس میں وہ دوروایات موجود نہیں ہیں جن میں سے ایک کو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں اور میر زا محمد نے اپنی کتاب تلخیص المقال میں شیخ طوسی سے نقل کیا ہے۔

4۔ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال داؤد میں کشی سے نقل کیا ہے کہ:ان حمدان بن احمد من خاصة الخاصة ،اجمعت العصابة علیٰ تصحیح مایصح عنه۔ آج کے نسخوں میں یہ موجود نہیں ہے۔[1]

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

اس کتاب میں علامہ کی جانب سے چند تسامحات واقع ہوئے ہیں۔ہم ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

1۔احمد بن محمد بن عمرو بن ابی نصر بزنطی کے حالات میں لکھتے ہیں:

مات احمد بن محمد سنة احدیٰ وعشرین ومأتین بعد وفات الحسن بن علی بن فضال بثمانیة اشھر۔[2]

جبکہ حسن بن علی بن فضال کے حالات میں لکھتے ہیں:مات الحسن سنة اربع وعشرین و مأتین۔[3]

جبکہ احمد بن محمد، حسن بن علی بن فضال سے دو سال چار ماہ پہلے فوت ہوئے ہیں۔لہذا علامہ کا یہ فرمانا درست نہیں۔

2۔عن محمد بن عبد الله بن ابی رافع عن ابیه عن جده ابی الرافع عن علی ابن ابی طالب۔[4]

عن عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد الله ،عبد الله بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب۔[5]

عبارت اول میں راوی عبد اللہ ہے وہ عبد الرحمٰن کا جد ہے۔ جبکہ اس نے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا دور نہیں دیکھا اور ان سے روایت نہیں لی تو کیسے ممکن ہے کہ عبد الرحمن آپؑ سے روایت لے؟

4۔اخبرنا الحسین بن عبید الله عن اخی طاھر عن محمد بن مطھر عن ابیه عن عمیر بن المتوکل،عن ابیه متوکل عن یحییٰ بن زید بالدعاء۔

---

1 بحوث فی علم الرجال: آیت اللہ آصف محسنی، ص204

2 رجال نجاشی: ص۷۵، رقم۔۱۸۰

3 رجال نجاشی: ص۳۶، رقم ۷۲

4 رجال نجاشی: ص۶، رقم ۱

5 رجال نجاشی: ص5

Presented By: https://jafrilibrary.com

حالانکہ یحییٰ سے جو روایت لیتا ہے وہ متوکل بن عمیر نہیں بلکہ متوکل بن ارون ہے۔

5۔ رجال النجاشی میں ایک راوی محمد بن حسن بن حمزہ کا متوفیٰ یوں لکھا ہے:

مات رحمہ اللہ (فی) یوم السبت، سادس عشر رمضان، سنۃ ثلاث و ستین و اربع مائۃ و دفن فی دارہ۔[1]

جبکہ خود علامہ نجاشی کی وفات محمد بن حسن بن حمزہ سے پہلے ہوئی۔ نجاشی کا سن وفات ۴۵۰ھ ہے۔ تو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کا متوفیٰ پہلے ہی بیان کر دیں۔

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

علامہ کشی نے صرف ان رواۃ کا تذکرہ کیا ہے کہ جن کی مدح یا ذم میں احادیث آئی ہیں۔ اس کے علاوہ باقی رواۃ کو مہمل چھوڑ دیا ہے۔ یعنی انہوں نے صرف ان روایات کو بیان کیا ہے جو کہ راوی کے حق میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن اس کی جرح و تعدیل میں علماء کے اقوال کو بیان نہیں کیا۔ اسی وجہ سے وہ راوی مہمل ہو گئے ہیں کہ جن کے بارے روایات موجود نہیں ہیں۔[2]

یہ کتاب میر داماد کی تصحیح و تعلیق اور سید مہدی روحانی کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے آغاز میں حدیث یاد کرنے کی فضیلت کے بارے میں گیارہ احادیث بیان کی گئیں ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر امام حسن عسکریؑ کے دور تک کے شیعہ راویوں کا تاریخی لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہر راوی کی چیز روایات بھی بیان کی گئیں ہیں۔ اس کتاب میں 1151 راویوں کے حالات پر بحث کی گئی ہے۔[3]

اس کتاب کے آغاز میں شیخ طوسی نے مقدمہ بیان فرمایا ہے کہ جس میں علامہ کشی کا تعارف، ان کے مشائخ اور ان کی کتاب کے قدیم نسخوں نے حوالے سے بحث کی ہے۔

---

1 رجال نجاشی: ص ۴۰۴، رقم ۱۰۷۰

2 مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص31

3 علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص218

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسرا باب:

رجال نجاشی

مقدمہ:-

یہ کتاب فہرست نجاشی کے نام سے مشہور ہے۔یہ اصول رجالیہ میں سے اہم ترین کتاب ہے۔بعد میں آنے والے تمام علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے۔یہ کتاب جرح و تعدیل اور علمائے اقدمین کی معرفت کے لیے عمدہ ترین کتاب ہے۔بعض اصلاحات کے ساتھ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کے بارے ہم چند فصول میں بحث کریں گے:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

اس کتاب کے مصنف ابو العباس احمد بن علی بن احمد بن العباس النجاشی الاسدی الکوفی ہیں۔آپؒ کی ولادت ماہ صفر 372ھ میں ہوئی۔جبکہ وفات ماہ جمادی الاولیٰ 450ھ میں ہوئی۔بعد میں آنے والے علماء کی نسبت آپ عمدہ ترین شمار ہوتے ہیں۔آپ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعد میں آنے والے علماء جرح و تعدیل میں آپ کے قول کو دیگر علماء کے قول پر مقدم کرتے ہیں۔[1]

آپ جلیل القدر ثقات میں سے ہیں۔ان کی روایت اس قدر پائدار ہے کہ صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔اسی لیے ان کے مشائخ بھی بلاواسطہ ثقہ شمار ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں ان کی کتاب کو رجال شیعہ کے اولین منابع میں سے بہترین درجہ حاصل ہے۔اور راویوں کے متعلق ان کی رائے کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔

علامہ طباطبائی اپنی کتاب رجال میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ کن وجوہات کی بناء پر رجال النجاشی کو شیخ طوسی کی دونوں کتب پر مقدم کیا جاتا ہے۔اس کو ہم بطور اختصار بیان کرتے ہیں۔

1۔ شیخ طوسی کی کتب کی نسبت رجال نجاشی میں ضبط اور اتقان زیادہ ہے۔اس لیے کہ نجاشی نے شیخ طوسی کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔اور وہ ان کتب میں اختلاط اور اغلاط کے موارد کو جانتے تھے پس یہ اس بات کا موجب بنا کہ ان کی کتاب زیادہ متقن ہو۔

---

[1] صیانۃ العلوم الاسلامیہ و دور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری، ص346

Presented By: https://jafrilibrary.com

2۔ شیخ طوسی کثرت سے تدریس، تالیف اور امور الناس میں مشغول رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے رجال پر زیادہ توجہ نہیں کی۔ جس کی وجہ سے علماء اور نقادین کی جانب سے ان پر اشکالات ہوئے۔ ان اشکالات میں بنیادی بات یہ تھی کہ ان کے کلام میں تناقض پایا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر اشکالات ان کی دونوں کتب فہرست اور رجال پر ہوئے۔ یہ اس بات کا موجب بنا کہ نجاشی کی کتاب زیادہ متقن اور مضبوط ہو۔

3۔ علم رجال انساب کے علم، قبائل اور رجال کے احوال سے مربوط ہے۔ اور نجاشی- شیخ طوسی کی نسبت اس میں زیادہ دسترس اور عبور رکھتے تھے۔

4۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اکثر رواۃ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جبکہ نجاشی اہل کوفہ کے ان اعیان میں سے تھے جو لوگوں کے انساب اور احوال پر اعلم تھے۔ اسی لیے ان کو شیخ طوسی پر اس مورد میں فوقیت حاصل ہے۔

5۔ جس طرح نجاشی نے شیخ طوسی کی کتاب رجال اور بالخصوص فہرست سے استفادہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے کتاب ضعفاء (رجال ابوالحسن احمد بن حسین بن عبید اللہ غضائری) سے بھی استفادہ کیا۔ اور آپ ان کے ساتھ رہے اور ان سے کسب فیض کیا۔ اور ان سے روایات نقل کیں۔ لیکن شیخ طوسی کے ساتھ ایسا اتفاق نہیں ہوا۔

نیز نجاشی کو معلوم تھا کہ ابن غضائری کی دو کتب ہیں ایک مصنفات میں اور دوسری اصول میں۔ لیکن ظاہراً شیخ طوسی کو ان کتب کا علم نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ غضائری کی کتاب ضائع ہو چکی ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ کتب علامہ حلی کے زمانے تک باقی رہی ہیں۔ لہذا ان کتب کے بارے نجاشی زیادہ اعلم تھے۔

6۔ نجاشی کے طرق شیخ طوسی کے طرق سے زیادہ تھے۔ نیز انہوں سے اکثر ان علماء سے کسب فیض کیا جو کہ فن رجال میں ماہر تھے۔[1]

مصنف کی یہ کتاب رجال 419ھ کے بعد والے زمانے کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی درج ذیل کتب ہیں:

1۔ الجمعة وما ورد فيه من الاعمال

2۔ الكوفة وما فيها من الآثار و الفضائل

3۔ انساب بنی نصر بن قعين و ايامهم و اشعارهم

---

[1] صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری، ص 347

Presented By: https://jafrilibrary.com

4۔مختصر الانوار

5۔مواضع النجوم التی سمتها العرب[1]

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

جیسا کہ ابتداء میں بیان کیا کہ ان کا مقام و مرتبہ کس قدر بلند ہے۔ذیل میں ہم چند علماء کی عبارات بیان کر رہے ہیں جس سے ان کے مقام کی مزید وضاحت ہو جائے گی:

1۔علامہ حلی اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں:

ثقة معتمد علیه، له کتاب الرجال، نقلنا منه فی کتابنا هذا و غیره اشیاء کثیرة۔[2]

ترجمہ: قابل وثوق اور قابل اعتماد ہیں۔ان کی ایک رجال کی کتاب ہے کہ جس سے ہم نے اس کتاب اور دیگر کتب میں بہت کچھ نقل کیا ہے۔

2۔سید بحر العلوم ان کے بارے فرماتے ہیں:

احد مشائخ الثقاة و العدول الاثبات من اعظم ارکان الجرح و التعدیل و اعلم علماء هذا السبیل اجمع علماؤنا علی الاعتماد علیه، و اطبقوا علی الاستناد فی احوال الرجال علیه۔[3]

ترجمہ: ثقاۃ کے مشائخ میں سے ایک، عادل، ارکان جرح و تعدیل میں اثبت، اس مورد میں علماء میں سے سب سے اعلم ہیں۔ہمارے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔اور رجال کے احوال کے حوالے سے ان کی بات کو مستند قرار دیا جائے۔

3۔رواشح السماویہ میں میر زاداماد سے منقول ہے کہ:

ان ابا العباس النجاشی شیخنا الثقة الفاضل الجلیل القدر السند المعتمد علیه المعروف۔[4]

---

[1] رجال النجاشی: رقم 253

[2] رجال العلامہ: علامہ حلیؒ، ص 20-21

[3] رجال سید بحر العلوم: ج 2، ص 35

[4] اعیان الشیعہ: سید حسن الامین، ج 4، ص 334

Presented By: https://jafrilibrary.com

ترجمہ: بے شک ہمارے بزرگوار ابوالعباس النجاشی عظیم قدر والے ہیں کہ جس کی سند پر اعتماد کیا جاتا ہے اور معروف ہیں۔

4۔ وجیزۃ فی الرجال میں علامہ باقر مجلسی فرماتے ہیں:

صاحب کتاب الرجال المعروف، ثقة مشهور۔[1]

ترجمہ: مشہور کتاب رجال والے، قابل وثوق اور صاحب شہرت ہیں۔

5۔ بحار الانوار کے ابتداء میں جہاں کتب کا ذکر آیا ہے وہاں مذکور ہے:

و کتابا الرجال علیهما مدار العلماء الاخیار فی الاعصار و الامصار۔[2]

ترجمہ: ان کی دو کتب رجال پر ہر زمانے اور ہر علاقے کے لوگوں کا دارومدار ہے۔

6۔ شیخ حر آملی اپنی کتاب امل آمل میں فرماتے ہیں:

احمد ابن العباس النجاشی ثقة جلیل القدر معاصر للشیخ یروی عن المفید و وثقه العلامة الی انه قال احمد بن علی بن احمد ابن العباس۔[3]

ترجمہ: احمد بن العباس النجاشی قابل وثوق، عظیم مرتبے والے اور شیخ طوسی کے ہم عصر ہیں۔ علامہ نے ان کی توثیق کرنے کے بعد ان کا نام بیان کیا ہے کہ وہ (قابل وثوق) احمد بن علی بن احمد بن العباس ہیں۔

7۔ مستدرکات الوسائل میں مذکور ہے:

العالم النقاد البصیر المضطلع الخبیر الذی هو افضل من خط فی فن الرجال بقلم او نطق بفم فهو الرجل کل الرجل لا یقاس بسواه و لا یعدل به من عداه کلما زدت به تحقیقاً ازدت به وثوقاً و هو صاحب الکتاب المعروف الدائر الذی اتکل علیه کافة الاصحاب۔[4]

---

1 وجیزۃ فی الرجال: محمد باقر مجلسی، ص22، رقم 112

2 اعیان الشیعہ: سید حسن الامین، ج4، ص334

3 اعیان الشیعہ: سید حسن الامین، ج4، ص334

4 اعیان الشیعہ: سید حسن الامین، ج4، ص334

Presented By: https://jafrilibrary.com

ترجمہ: عالم، نقاد، صاحب بصیرت، باخبر ہیں جو کہ علم رجال تحریر کرنے والوں میں خط کے لحاظ سے اور علم رجال بولنے والوں میں نطق کے لحاظ سے افضل ہیں۔ اور ایسے مرد ہیں کہ جن کا کسی دوسرے سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی ان کے برابر ہوسکتا ہے / جب بھی ان کے بارے تحقیق بڑھتی جائے گی ان کے بارے وثوق بڑھتا جائے گا۔ آپ اس کتاب کے مصنف ہیں کہ جن پر تمام علماء اعتماد کرتے ہیں۔

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کا مکمل نام "فهرس اسماء مصنفی الشیعة "ہے۔ اور یہ ہمارے علماء کے درمیان رجال نجاشی کے نام سے معروف ہے۔[1]

علامہ نجاشی نے یہ کتاب کیوں لکھی اس بات کی وضاحت انہوں نے اس کتاب کے مقدمے میں کی ہے: ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ تمہارے پاس تمہارے اسلاف کا کوئی سرمایہ ہے اور نہ ہی کوئی کتاب۔ یہ اس شخص کا قول ہوسکتا ہے جو علماء کے مقام و منزلت اور ان کے واقعات کو جانتا ہو اور نہ ہی ان کی اخبار کا علم رکھتا ہو۔ اور نہ ہی کسی ایسے شخص سے ملا ہو کہ جو اس کر اس بارے میں بتاسکے۔ اب اگر کوئی شخص ان علماء کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی لاعلمی ہمارے حق میں حجت نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنی استطاعت کے مطابق قدماء کی تاریخ جمع کی لیکن یہ کامل نہیں ہے کیونکہ اکثر کتب دستیاب نہ ہوسکیں۔[2]

آغا بزرگ تہرانی فرماتے ہیں: اصول علم رجال میں اس کتاب کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ کتب اربعہ میں الکافی کی مثال ہے۔ علم رجال میں بہترین خط اور نطق والی ہے۔ اس کو غیر پر قیاس کیا جاسکتا ہے نہ ہی کوئی اور کتاب اس کے برابر ہوسکتی ہے۔

سید بحر العلوم فرماتے ہیں: ان کی تقدیم پر علماء کی ایک جماعت کی تصریح موجود ہے۔ اس کی وجہ ان کی وہ کتاب (رجال) ہے کہ اس باب میں ان کی کوئی مثال نہیں۔[3]

ان کی اس کتاب کو رجال یا فہرست کہنے کے حوالے سے اختلاف ہے۔ پس بعض اس کو فہرست کا نام دیتے ہیں اس اعتبار سے کہ اس کتاب کے بارے خود نجاشی فرماتے ہیں کہ اس میں انہوں سے تمام مصنفین شیعہ کے اسماء کو جمع کیا ہے۔ اور جہاں تک ان کی جرح و تعدیل کا تعلق ہے تو وہ انہوں نے بالعرض بیان کی ہے۔

---

[1] اصول علم الرجال: عبدالھادی الفضلی، ص 102

[2] مقدمہ رجال النجاشی: ص 3

[3] صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری، ص 350

Presented By: https://jafrilibrary.com

جبکہ دیگر بعض اس کو رجال کا نام دیتے ہیں کیونکہ جرح و تعدیل کے لحاظ سے انہوں نے اکثر رواۃ کے احوال کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ بالعرض ہی بیان کیا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ اس کو رجال کا نام دیا جائے۔ اور اس کتاب کے اصول الرجال میں سے ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (1)

حق یہ ہے کہ اس کتاب کو فہرست کا نام دیا جائے نہ کہ رجال کا۔ کیونکہ دونوں نے مابین فرق پایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ رجال میں آئمہ معصومینؑ کے اصحاب کے طبقات کو بیان کیا جاتا ہے۔ جس طرح شیخ طوسی نے بیان کیا ہے۔

لیکن جہاں تک فہرست کا تعلق ہے تو اس میں صرف اصول و مصنفات، ان کے مؤلفین اور ان کے طرق کو بیان کیا جاتا ہے۔ اسی لیے نجاشی بعض کے بارے فرماتے ہیں کہ "ذکرہ اصحاب الفھارس" اور بعض کے بارے فرماتے ہیں کہ "ذکرہ اصحاب الرجال"۔

اس کے علاوہ ہمارے اس دعویٰ پر خود نجاشی کے قول کی تائید موجود ہے کہ انہوں نے مقدمے میں اس کتاب کا وصف کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے:

"الجزء الثانی من کتاب فھرس اسماء مصنفی الشیعة و ذکر طرف من کنُاھم والقابھم و منازلھم و انسابھم و ماقیل فی کل رجل منھم من مدح او ذم"۔

محقق تستری فرماتے ہیں کہ:

"ان کتب فن الرجال العام علی انحاء: منھا بعنوان الرجال المجرد، و منھا بعنوان معرفة الرجال، و منھا بعنوان تاریخ الرجال، و منھا بعنوان الفھرس، و منھابعنوان الممدوحین و المذمومین، و منھا بعنوان المشیخة، ولکل واحد موضوع خاص"۔ (2)

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

اس کتاب کی چند خصوصیات ہیں۔ جو کہ ذیل میں ہیں:

---

[1] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص 32

[2] کلیات فی علم الرجال، آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 75

Presented By: https://jafrilibrary.com

1۔ یہ کتاب رجال شیعہ سے مخصوص ہے۔یعنی اس میں شیعہ رواۃ کو شامل کیا گیا ہے۔اور ان عامہ رواۃ کو شامل کیا گیا ہے کہ جنھوں نے شیعہ رواۃ سے روایت کی ہے۔البتہ اس کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ راوی عامہ سے تعلق رکھتا ہے۔مثلاً مدائنی اور طبری۔اس کے علاوہ شیعہ غیر امامیہ کو شامل کیا گیا ہے مگر ساتھ میں بیان کیا ہے کہ یہ اثناء عشری نہیں ہے۔(1)

2۔اس کتاب میں نجاشی کی روش یہ ہے کہ انہوں نے روایت لینے میں بغدادیوں کے مسلک پر عمل کیا ہے۔پس اگر انہوں نے حدیث کسی ایسی کتاب سے لی ہے کہ جو ان کے پاس تھی تو یوں فرمایا: ذکر فلان۔اور اگر اجازت سے روایت لی ہو تو یوں کہا: اخبرنا فلان اجازۃ۔اور اگر روایت کسی سے سنی ہو تو یوں کہا: حدثنا۔

3۔اشخاص کے تراجم میں حروف تہجی کے مطابق ترتیب دی ہے۔اسماء کے بعد ایک باب کنیٰ مرتب کیا ہے کہ جس میں ان افراد کے نام شامل کیے ہیں جو کنیت سے مشہور تھے مثلاً ابو عمرو۔ابو العباس وغیرہ۔

4۔ ہر شخص کے لیے ایک ہی طریق بیان کیا ہے۔اس بات کی وضاحت انہوں نے اپنے مقدمے میں کی ہے۔

5۔ تحری میں ضبط اور دقت کے اعتبار سے نجاشی کی کتاب منفرد ہے۔اسی لیے باب تعارض جرح وتعدیل میں ان کے قول کو شیخ طوسی کے قول پر مقدم کیا جاتا ہے۔اس بات کی طرف شہید ثانی نے اپنی کتاب المسالک "باب عقد منقطع میں عدم توارث" میں اشارہ کیا ہے کہ جہاں انہوں نے ایک روایت بیان کی کہ جس کے طریق میں برقی ہے۔اور انہوں نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ یہ محمد بن خالد (صاحب رجال برقی) ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ نجاشی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اگرچہ شیخ طوسی نے ان کی توثیق کی ہے۔اور نجاشی جماعت کے احوال کے بارے میں زیادہ ضبط رکھتے ہیں۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔(2)

6۔ نجاشی نے اپنے اساتذہ اور مشائخ میں سے چالیس سے زیادہ بزرگان سے روایات لیں۔مثلاً احمد بن علی بن الحسن بن شاذان، محمد بن جعفر التیمی، محمد بن عثمان النصیبی، محمد بن علی بن شاذان، احمد بن محمد بن صلت الاھوازی، احمد بن علی بن نوح، احمد بن حسین بن عبید اللہ الغضائری، حسین بن عبید اللہ بن ابو غالب زراری، علی بن احمد (والد نجاشی)، علی بن احمد بن طاھر قمی۔(3)

7۔ان کی کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے شیعہ اثناء عشریہ کا باقاعدہ عنوان مرتب کیا ہے۔یعنی اثناء عشریہ کو غیر اثناء عشریہ سے تمیز دی ہے۔یہ خصوصیت دیگر اصول میں موجود نہیں ہے۔البتہ بعض مقامات پر اس قانون سے عدول فرمایا

---

[1] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 62

[2] مسالک الافہام: شہید ثانی، کتاب المیراث

[3] صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبد الرسول غفاری، ص 347

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔ مثلاً عبد اللہ بن بکیر اور سکونی وغیرہ۔ اس کے علاوہ بعض جلیل القدر ثقات کی توثیق کو بیان نہیں کیا۔ شاید اس دور میں ان کی وثاقت اس قدر بدیہی ہو کہ اس کو بیان کی احتیاج نہ ہو۔ لیکن آج کے دور میں ان کی وثاقت کو بیان کرنا انتہائی اہم ہے۔ اس طرح کہ احکام شرعی کے استنباط میں ان کا عمل دخل ہے۔(1)

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

رجال نجاشی میں صرف شیعہ رجال پر بحث کی گئی ہے۔ اور اہل سنت کے صرف ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنہوں نے شیعہ راویوں سے احادیث نقل کیں ہیں۔ یا شیعی علوم کی خدمت کے لیے کوئی کتاب لکھی تھی۔ مثلاً اس کتاب میں مدائنی اور طبری کا ذکر آتا ہے۔

نجاشی نے اکثر راویوں پر جرح و تعدیل کی ہے۔ البتہ کچھ مقامات ایسے بھی ہیں کہ جہاں انہوں نے راوی کی تعریف اور مذمت کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اس کتاب میں 1269 راویوں پر تحقیق کی گئی ہے۔(2)

مصنف نے اس میں حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق راویان کو مرتب کیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی وثاقت یا عدم وثاقت کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں دو مثالیں ہیں:

1۔ عمران ابن مسکان: اس کے بارے مصنف فرماتے ہیں:

ابو محمد، کوفی، ثقة، له كتاب نوادر، اخبرنا الحسين، عن احمد بن جعفر، عن حميد، عن عمران بكتابه۔

2۔ عبد اللہ بن حماد الانصاری: اس کے بارے مصنف کی عبارت یوں ہے:

من شیوخ اصحابنا له کتابان، احدهما اصغر من الآخر۔ اخبرنا بهما علی بن شبل بن اسد عن ظفر بن حمدون عن الاحمری عنه۔

ان دونوں مثالوں سے واضح ہوا کہ اولا مصنف نے راوی کی وثاقت کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اگر اس کی کوئی کتاب ہے تو اس کو بیان کیا ہے، نیز بعض رواۃ کے علاقے کو نام بھی بیان کیا ہے مثلاً کوفہ یا مدینہ وغیرہ۔

اسماء کے باب کو تحریر کرنے کے بعد ایک باب کنیٰ مرتب کیا ہے کہ جس میں چند رواۃ کو بیان کیا گیا ہے۔

---

1 بحوث فی علم الرجال: آیت اللہ آصف محسنی، ص 214

2 علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص 218

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھا باب:

رجال شیخ طوسی

مقدمہ:-

شیعہ علم رجال کے اولین منابع کا جب تذکرہ کیا جائے تو رجال شیخ طوسی کا نام سر فہرست آتا ہے۔ یہ کتاب ان اصول الرجالیہ میں سے ہے کہ جو متاخرین تک پہنچی ہیں۔ اور شیخ طوسی کا مرتبہ اور ان کی عظمت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ذیل میں ان کی حیات اور ان کی مشہور کتاب رجال شیخ طوسی پر مختصر مگر جامع بحث کی جائے گی:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی جو کہ طوس کے شہر سے منسوب ہیں، آپ ماہ رمضان 385ھ میں پیدا ہوئے۔ اور 408ھ میں عراق کی طرف ہجرت کر گئے۔ جبکہ آپ کی عمر 23 سال تھی۔ وہاں پر آپ محمد بن محمد بن نعمان العکبری البغدادی جو کہ شیخ مفید کے نام سے منسوب ہیں، ان کے شاگرد ہوئے۔

اسی طرح حسین بن عبید اللہ الغضائری سے کسب فیض کیا۔ اور آپ ابو العباس احمد بن علی النجاشی کے معاصرین میں سے تھے۔ جب شیخ مفید کی وفات ہوئی تو آپ ابو القاسم علی بن حسین الموسوی علم الھدیٰ سید مرتضیٰ کے شاگرد ہوئے۔ جو کہ سید رضی کے بھائی تھے۔

سید مرتضیٰ کی وفات کے بعد شیخ طوسی زعیم الشیعہ قرار پائے۔ بعد ازاں آپ بغداد سے نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں پر حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی۔ جو بعد کے زمانے میں تمام حوزات میں سے سب سے بڑا حوزہ قرار پایا۔

شیخ طوسی نے اپنی تدریس کے ذریعے مکتب جعفری کی بہت خدمت کی ہے۔ ان کی کتاب نہایہ مذہب جعفری کے دیوان الفقہ شمار ہوتی ہے۔ اور ان کی کتاب عدۃ الاصول استنباطات کا محور و منہج قرار پاتی ہے۔ اور ان کی دو کتب تہذیب اور استبصار اصول اربعہ میں سے شمار ہوتی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رجال شیخ طوسی میں ان کے کل اساتذہ کی تعداد 38 بیان کی جاتی ہے۔ان کی مکمل تفصیل آغا بزرگ تہرانی نے بیان فرمائی ہے۔ان کے مشہور شاگردان کی تعداد 36 ہے۔علاوہ ازیں اگر ان کی تعداد اور اسماء کو ئی معلوم کرنا چاہے تو وہ شیخ حر عاملیؒ کی امل الآمل، محقق اردبیلی کی جامع الرواۃ، سید بحر العلوم کی فوائد الرجالیہ کی طرف رجوع کرے۔

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

شیخ طوسی کے بارے علماء کی عبارات ذیل میں ہیں:

1۔ابو الہدیٰ الکلباسی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

رئیس المذھب والملة، شیخ المشائخ الحلة، محمد بن الحسن بن علی الطوسی۔[1]

ترجمہ: مذہب وملت کے سربراہ، حلہ کے مشائخ کے شیخ، شیخ طوئفہ محمد بن حسن بن علی الطوسی ہیں۔

2۔سید بحر العلوم ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیخ الطائفة المحقة و رافع اعلام الشریعة الحقة، امام الفرقة بعد الائمة المعصومین علیہم السلام، عماد الشیعة الامامیة فی کل ما یتعلق بالمذھب و الدین، محقق الاصول و الفروع ومھذب فنون المعقول و المسموع، شیخ الطائفة علی الاطلاق، و رئیسھا الذی تلوی الیه الاعناق، صنف فی جمیع علوم الاسلام، وکان القدوة فی ذلك و الامام۔[2]

ترجمہ: جماعت (علماء) کے شیخ، محقق، شریعت حق کے علماء میں بلند منزلت والے، آئمہ معصومینؑ کے بعد مسلک (شیعہ) کے راہبر، دین و مذہب سے متعلق ہر چیز میں شیعہ امامیہ کا ایک اہم رکن، اصول و فروع کے محقق، معقول (منطق اور فلسفہ) اور مسموع (قرآن و تفسیر) کے فنون کو مرتب کرنے والے، اور مطلقاً شیخ طائفہ کہلانے والے اور گروہ علماء کے رئیس کہ جس کے سامنے تمام علماء کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔انہوں نے تمام علوم اسلامی میں تصنیفات لکھیں۔اور اس میں ان کا مقام بلند ہے اور اس میں پیشوا شمار ہوتے ہیں۔

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کو رجال طوسی کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ یہ کتاب الابواب کے نام سے بھی موسوم ہے۔کیونکہ اس کو ابواب کی صورت میں مرتب کیا گیا ہے۔مثلاً:

---

[1] سماء المقال فی علم الرجال: ابو الہادی الکلباسی، ص 103

[2] رجال سید بحر العلوم: ج 3، ص 227

Presented By: https://jafrilibrary.com

رجال اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رجال اصحاب الائمۃ علیہم السلام، رجال من لم یروعنہم الا بواسطۃ۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد رواۃ کے اسماء کی تعداد،ان کے طبقات کی تقسیم اور ہر امام کے اصحاب کی تشخیص کرنا ہے۔اور یہ کتاب 6300 اسماء پر مشتمل ہے۔[1]

شیخ طوسی نے یہ کتاب اپنی فہرست لکھنے کے بعد تحریر کی۔ تاکہ اصحاب معصومین کو شمار کر سکیں خواہ وہ مومن ہوں یا منافق،امامی ہوں یا عامی۔ اس کتاب کے دیباچے میں وہ فرماتے ہیں:

اما بعد فانی قد اجبت الی ماتکرر سؤال الشیخ الفاضل فیہ من جمع کتاب یشتمل علی اسماء الرجال الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن الائمۃ علیہم السلام من بعدہ الی زمن القائم علیہ السلام،ثم اذکر بعد ذلک من تاخر زمانہ عن الائمۃ علیہم السلام من رواۃ الحدیث او من عاصرھم ولم یرو عنہم۔[2]

ترجمہ: بعدازاں میں نے شیخ کے تکراراً سوال کا جواب اس کتاب کی صورت میں دیا ہے کہ جس میں ان تمام رجال کے اسماء شامل ہیں کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد آنے والے تمام آئمہ سے روایت کی۔ اس کے بعد میں نے ان افراد کا ذکر کیا ہے جو آئمہ کے زمانے سے متاخر تھے۔ یا آئمہ کے زمانے کے تھے لیکن انہوں نے آئمہ سے روایت نہیں لی۔

شیخ طوسی نے شاید شیخ فاضل سے اپنے شاگرد قاضی عبدالعزیز بن نخریر بن عبدالعزیز ابن البراج مراد لیا ہے۔ انہی کی وجہ سے شیخ طوسی نے کتاب "الجمل والعقود" تحریر کی تھی۔[3]

محقق تستری اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رجال طوسی میں شیخ طوسی کا نظریہ فہرست طوسی اور فہرست نجاشی کے نظریے سے مغایر ہے۔ اس طرح کہ رجال طوسی میں انہوں نے رسول اور آئمہ کے اصحاب کا ذکر کیا ہے خواہ مومن ہوں یا منافق،امامی ہو یا عامی۔ پس انہوں نے خلفاء،معاویہ،عمرو بن عاص اور ان کے ساتھیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ اور زیاد بن سمیہ اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو مولائے کائنات کے اصحاب میں سے قرار دیا ہے۔ اور منصور دوانیقی کو امام صادق کے اصحاب میں سے قرار دیا ہے۔ اور ان کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

---

[1] صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری، ص 351

[2] رجال الطوسی: دیباچہ، ص 2

[3] رجال الطوسی: مقدمہ سید محمد صادق بحر العلوم، ص 56

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے باوجود بھی انہوں نے تمام اصحاب کا تذکرہ نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ کہا جاسکے کہ شیخ نے اس کتاب کے مقدمے میں فرمایا کہ اس کتاب کو آئمہؑ کے رواۃ کے لیے تالیف کیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ راوی امامی ہو گا۔ خواہ اس کے برخلاف کچھ موجود ہو یا نہ ہو۔

سید بروجردی اس کتاب کے بارے فرماتے ہیں کہ شیخ کی کتاب رجال تمام رواۃ پر مشتمل نہیں ہے کیونکہ ظاہراً یہ مسودے کی صورت میں تھی اور شیخ کی غرض یہ تھی کہ وہ اس پر نظر ثانی کرتے، ترتیب دیتے اور بعض مذکورین کے احوال کی وضاحت کرتے۔ اور ہماری تحقیق کے مطابق انہوں نے بعض رواۃ کا تکرار کیا ہے جس سے اس بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ یہ کتاب حد نظم و ترتیب تک نہیں پہنچی، اور کتاب کی صورت سے خارج ہو چکی ہے۔[1]

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ شیخ کا مقصد صرف اسماء کو شمار کرنا تھا نہ کہ ان کی وثاقت اور ضعف کو بیان کرنا۔ البتہ بعض راویوں کی اگر شیخ نے توثیق کی ہے تو وہ استطرادی ہے یا شبہ کو دور کرنے کے لیے بیان کیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ راوی کہ جن کی وثاقت کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ان کی توثیق کو بیان نہیں کیا۔ مثلاً زرارہ ابن اعین، محمد بن مسلم، ابو بصیر، لیث المرادی، ہشام بن سالم اور ہشام بن حکم وغیرہ۔ اسی طرح انہوں نے بعض کی جرح کی ہے جو کہ استطرادی ہے یا ان کی وثاقت اور حسن حال کے شبہ کو دور کرنے کے لیے بیان کیا ہے۔[2]

شیخ نے بعض اسماء کو اس باب میں ذکر کیا ہے کہ جہاں آئمہؑ کے اصحاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اور وہاں اس کی وثاقت بیان کی ہے۔ جبکہ دوبارہ اس کو باب "من لم یرو عنھم" میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس کی وثاقت بیان نہیں کی۔ اس صورت میں اشکال ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی توثیق پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ احتمال ہے کہ دونوں ایک ہی ہوں اور جس کو قسم اول میں بیان کیا تھا اس کی قسم ثانی میں وثاقت ثابت نہیں کی۔

یہ اشکال صحیح نہیں ہے کیونکہ جرح و تعدیل میں کسی شخص کے احوال بیان نہ کرنا کسی دوسر مقام پر اس کی وثاقت بیان کرنے سے منافات نہیں رکھتا۔[3]

---

1 قبسات من علم الرجال: سید محمد رضا سیستانی، ج2، ص103
2 اصول علم الرجال: عبدالہادی الفضلی، ص101
3 مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص39

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

شیخ طوسی نے آئمہ معصومینؑ کے اصحاب میں چند افراد کو شامل کیا ہے۔اس کے باوجود انہوں نے ان میں سے بعض کے اسماء کو اس باب میں شامل کیا ہے کہ جنہوں نے آئمہ معصومینؑ سے روایت نہیں لی۔ مثلاً ثابت بن شریح، کہ جن کو ایک مرتبہ امام صادقؑ کے اصحاب میں بیان کیا ہے اور ایک مرتبہ باب "من لم یرو عنھم " میں بیان کیا ہے۔[1] اس وجہ سے ان پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس صورت میں جمع بین المتناقضین ہو جائے گا۔

اس تناقض کو دور کرنے کی چند توجیہات پیش کی گئی ہیں۔ جن کو ہم اختصاراًبیان کرتے ہیں:

1۔ آئمہؑ کے اصحاب میں تذکرہ کرنے کا مطلب فقط امامؑ کا ہم عصر ہونا ہے۔اور ہم عصر ہونا-امامؑ کو دیکھنے اور ان سے روایت لینے سے منافات نہیں رکھتا۔

اس توجیہ کو رد کیا جاتا ہے کیونکہ اولاً یہ شیخ کی بیان کردہ تصریح کے بر خلاف ہے۔اس لیے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ اصحاب کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ یا کسی ایک امامؑ سے روایت لی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ وہ افراد جو آئمہؑ کے زمانے کے بعد آئے یا آئمہؑ کے زمانے کے تھے لیکن ان سے روایت نہیں لی۔ ثانیاً شیخ نے اکثر ایسے افراد کو باب "من لم یرو عنھم" میں شامل کیا ہے حالانکہ انہوں نے آئمہؑ سے روایت لی ہے۔

2۔وہ اصحاب جن کو امامؑ سے روایت لینے کے باب میں شامل کیا ہے ان سے مراد وہ اصحاب ہیں کہ جنہوں نے امامؑ سے بلاواسطہ روایت لی۔اور جن کو امام معصومؑ سے روایت نہ لینے کے باب میں شامل کیا ہے ان سے مراد وہ اصحاب ہیں کہ جنہوں نے امامؑ سے بالواسطہ روایت لی ہے۔

یہ توجیہ بھی مردود ہے کیونکہ امامؑ سے بالواسطہ روایت لینا اس بات کا موجب نہیں بنتا کہ اس کو روایت نہ لینے کے باب میں شامل کیا جائے۔ کیونکہ اس شخص پر امامؑ سے روایت لینا صادق آرہا ہے اگرچہ بالواسطہ ہے۔ ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ ان تمام رواۃ کو باب "من لم یرو عنھم" میں شامل کیا جائے کہ جنہوں نے بالواسطہ روایت لی ہے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات پیش کی گئی ہیں جو کہ مردود ہیں۔ پس ہم کہیں گے کہ یہ شیخ سے غفلت اور نسیان ہوا ہے۔یعنی جو شخص آئمہ معصومینؑ کے اصحاب میں سے ہے اس کو باب "من لم یرو عنھم" میں ذکر کرنا سہو اور نسیان ہے۔ اور

---

[1] رجال شیخ طوسی: مقدمہ سید صادق بحر العلوم، ص57

Presented By: https://jafrilibrary.com

نسیان ممکن ہے کیونکہ وہ تالیف اور تدریس میں اکثر مشغول رہتے تھے۔اسی لیے علماء کے درمیان مشہور ہوا کہ نجاشی ان کی نسبت اضبط ہیں۔[1]

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

یہ کتاب تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔اس میں 6429 رواۃ پر بحث کی گئی ہے۔شیخ طوسی نے اس کتاب میں بالترتیب راویان صحابہ اور راویان امیر المومنینؑ اور راویان امام حسن مجتبیٰؑ کا تذکرہ کیا ہے۔اور قارئین کی سہولت کے لیے انہیں حروف تہجی کے مطابق تحریر کیا ہے۔آخری باب میں انہوں نے ان راویوں کے نام بیان کیے ہیں کہ جنھوں نے کسی امام سے روایت نقل نہیں کی۔انہوں نے ہر باب کے آخر میں حرف یاء کے بعد دو حصوں میں صاحبان کنیت راویوں نیز خواتین راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

اس کتاب کا پہلا باب نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے بارے میں ہے کہ جس کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔اور اسی ترتیب کے ساتھ تمام آئمہ معصومینؑ کے اصحاب کے اسماء کر مرتب کیا ہے۔البتہ ایک بات یاد رہے کہ اسمائے اصحاب مکمل ہونے کے بعد انہوں نے الگ سے باب کنیٰ والقاب اور باب النساء مرتب نہیں کیا بلکہ دیگر علماء کی روش کے برعکس جہاں پر نبی کریم ﷺ یا آئمہؑ کے اصحاب کا تذکرہ حرف یاء پر ختم ہوتا ہے اس کے بعد باب کنیٰ مرتب کیا ہے۔مثلاً امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے اصحاب میں حرف یاء کا تذکرہ ختم کرنے کے بعد باب کنیٰ والقاب لکھا ہے،مثلاً

1۔ابویحییٰ المکفوف، رویٰ عن ابی عبداللہ علیہ السلام۔ 2۔ابو العلاء الحضرمی۔

3۔ابو شعیب المحاملی ثقة۔

اس کے بعد باب النساء ذکر کیا ہے کہ جس میں ایک خاتون کا ذکر ہے۔جس کا نام سعیدہ ہے۔[3]

البتہ اس کتاب میں انہوں نے صرف رواۃ کے اسماء کو ذکر کیا ہے خواہ معصومینؑ سے بالواسطہ روایت لی ہو یا بلاواسطہ،خواہ امامی ہو یا نہ ہو۔پس اگر انہوں نے کسی راوی کا تذکرہ کیا ہے مگر اس کا مذہب بیان نہیں کیا تو یہ اس بات سے

---

[1] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی،ص38

[2] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری،ص218

[3] رجال الطوسی: ص366

Presented By: https://jafrilibrary.com

کاشف نہیں کہ وہ امامی ہے چہ جائیکہ وہ اثناء عشری ہو۔ کیونکہ اس بات کی وضاحت انہوں نے خود اپنی کتاب کے مقدمے میں فرمائی ہے۔[1]

[1] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص 37

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانچواں باب:

فہرست شیخ طوسی

مقدمہ:-

شیخ طائفہ شیخ طوسیؒ کی کئی تصنیفات ہیں کہ جن کی تعداد 300 سے زیادہ ہے۔جو کہ آپ نے مختلف علوم میں لکھی ہیں۔مثلاً فقہ،اصول،کلام، تفسیر،حدیث،ادب اور رجال وغیرہ۔

رجال کی کتب میں اہم ترین کتاب فہرست ہے اس کے بعد رجال ہے۔جس میں آئمہ معصومینؑ کی ترتیب کے مطابق رواۃ کو بیان کیا گیاہے۔اس کے بعد ان کی کتاب اختیار معرفۃ الرجال ہے۔ان کی کتاب فہرست کے بارے چند فصول میں بحث کریں گے:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

شیخ کا تفصیلی تعارف بیان ہو چکا ہے۔یہاں چند سطریں ان کے بارے بیان کریں گے اس کے بعد ان کے مشائخ کے اسماء بیان کیے جائیں گے۔

شیخ طوسی نجف اشرف میں مدفون ہیں۔وہاں ان کی قبر مبارک معروف ہے کہ جس کی زیارت کرنے ہر خاص وعام جاتاہے۔ان کے مرقد کے قریب ایک مسجد بنائی گئی ہے جو کہ اب ان کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ کے اساتذہ کے اسماء ذیل میں ہیں:

1۔شیخ ابوعبداللہ احمد بن عبد الواحد بن احمد البزاز المعروف بابن عبدون۔

2۔شیخ احمد بن محمد بن موسیٰ المعروف بابن الصلت الاھوازی۔

3۔شیخ ابوعبداللہ الحسین بن عبید اللہ ابن الغضائری۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

4۔ شیخ ابو الحسین علی بن احمد بن محمد بن ابی جید القمی۔

5۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن النعمان المعروف بالشیخ المفید۔

6۔7۔8۔ ابوحازم النیسابوری، ابو الحسین الصفار، ابوالحسین بن سوار المغربی۔

9۔10۔11۔ شیخ ابوطالب بن عزور، القاضی ابو الطیب الطبری الحویری، ابوعبداللہ اخوسروہ۔

12۔13۔14۔ ابوعبداللہ ابن الفارسی، ابوعلی ابن شاذان المتکلم، ابو منصور السکری۔

15۔16۔ احمد بن ابراھیم القزوینی، ابو الحسین و ابو العباس احمد بن علی النجاشی۔

17۔18۔ جعفر بن الحسین بن حسکہ القمی، ابو الحسین حسنبش المقری۔

19۔ الشریف ابو محمد الحسن بن احمد بن القاسم بن محمد بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

20۔ ابوعلی الحسن بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن اشناس المعروف بابن الحمامی البزاز۔

21۔ ابو محمد الحسن بن محمد بن یحییٰ بن داؤد الفحام المعروف بابن الفحام السامرائی۔

22۔23۔ ابوعبداللہ الحسین بن ابراھیم القزوینی، ابو محمد عبد الحمید بن محمد المقری النیسابوری۔

24۔ ابوعبداللہ الحسین بن ابراھیم بن علی القمی المعروف بابن الخیاط۔

25۔ الحسین بن ابی محمد ھارون بن موسیٰ التلعکبری۔

26۔ ابوعمرو عبد الواحد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مھدی بن خشنام۔

27۔ ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقری المعروف بابن الحمامی۔

28۔ السید المرتضیٰ علم الھدیٰ ابو القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد بن ابراھیم ابن الامام موسیٰ الکاظم علیہ السلام۔

29۔30۔31۔ ابو القاسم علی بن شبل بن اسد الوکیل، محمد بن سنان، ابوزکریا محمد بن سلیمان الحمدانی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

32۔ ابو القاسم علی التوخی ابن القاضی ابی علی الحسن ابن القاضی ابی القاسم علی بن محمد ابن ابی الفھم داؤد بن ابراھیم بن تمیم القحطانی۔

33۔ ابو الحسین علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران المعروف بابن بشران المعدل۔

34۔35۔ ابو الفتح محمد بن احمد بن ابی الفوارس الحافظ، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمری البصری۔

36۔ محمد بن علی بن خشیش بن نضر بن جعفر بن ابراھیم التمیمی۔

37۔ السید ابو الفتح ھلال بن محمد بن جعفر الحفار۔

38۔ ابو الحسن محمد بن محمد بن محمد بن ابراھیم بن مخلد البزاز۔

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

شیخ طوسی کے بارے علماء کے نظریات ذیل میں ہیں:

1۔ آیت اللہ جعفر سبحانی فرماتے ہیں:

"ان الشیخ الطوسی مؤلف الرجال و الفھرس اظھر من ان یعرف، اذ ھو الحبر الذی یقتطف منہ ازھار العلوم، و یقتبس منہ انواع الفضل، فھو رئیس المذھب و الملۃ و شیخ المشائخ الاجلۃ"۔[1]

ترجمہ: شیخ طوسی رجال اور فہرست کے مؤلف ہیں۔ اس سے زیادہ واضح ہیں کہ ان کا تعارف کروایا جائے۔ کیونکہ آپ وہ بابصیرت ہیں کہ جن سے علوم کے پھول کھلتے ہیں۔ اور فضیلت کی اقسام منقسم ہوتی ہیں۔ آپ مذہب اور قوم کے سردار ہیں۔

2۔ عبد الرسول غفاری صیانۃ العلوم الاسلامیہ میں فرماتے ہیں:

"عرف الطوسی بشیخ الطائفۃ، لانہ کان وحید عصرہ و فرید دھرہ لہ کرسی الدرس و الافتاء ببغداد، وھو منصب یمنحہ العباسیون لعلماء المذاھب المتمیزین بالنبوغ و الشھرۃ العلمیۃ و من ھو فائق علی اقرانہ و حید عصرہ و نابغۃ زمانہ"۔[2]

---

[1] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص69

[2] صیانۃ العلوم الاسلامیہ و دور علم الرجال فیھا: عبد الرسول غفاری، ص338

Presented By: https://jafrilibrary.com

ترجمہ: شیخ طوسی شیخ طائفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کیونکہ آپ اپنے زمانے کے واحد اور اپنے دور کے منفرد تھے۔ آپ کی بغداد میں درس اور فتویٰ کی کرسی تھی جو کہ عباسیوں کی جانب سے ان علماء کو دی گئی تھی جو کہ دقت اور شہرت علمی کی وجہ سے ممتاز تھے۔ بھلا کون ہے جو ان کے زمانے میں ان کے علاوہ اس زمانے میں واحد اور دقیق شخصیت ہو؟

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کی ابتداء میں شیخ فرماتے ہیں:

"فاذا ذکرت کل واحد من المصنفین واصحاب الاصول فلا بد ان اشیر الی ما قیل فیہ من التعدیل والتجریح، وھل یعول علی روایتہ اولا، وابین اعتقادہ و ھل ھو موافق للحق او ھو مخالف لہ؛ لان کثیراً من مصنفی اصحابنا و اصحاب الاصول ینتحلون المذاھب الفاسدۃ و ان کان کتبھم معتمدۃ، فاذا سھل اللہ اتمام ھذا الکتاب فانہ یطلع علی اکثر ما عمل من التصانیف الاصول و یعرف بہ قدر صالح من الرجال وطرائقھم۔[1]

ترجمہ: پس جب میں نے مصنفین اور اصحاب اصول میں سے ہر ایک کو بیان کر دیا تو ضروری ہے کہ ان کی جرح و تعدیل کے بارے جو کچھ کہا گیا ہے وہ بیان کروں کہ آیا ان کی روایت پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ان کے اعتقاد کو بیان کروں کہ آیا وہ موافق حق تھا یا مخالف حق؟ کیونکہ ہمارے اکثر اصحاب اصول مذاہب فاسدہ کی طرف پھر گئے ہیں۔ اگر چہ ان کی کتب قابل اعتماد ہیں۔ پس جب اللہ نے اس کتاب کو مکمل کرنا آسان کر دیا ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ اکثر صاحبان اصول و تصانیف نے کیا کام انجام دیا ہے۔ اور اسی سے رجال میں سے صالح اور مقام و منزلت والے معلوم ہو جائیں گے۔

لیکن اس کے باوجود مصنف نے اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا۔ پس انہوں نے ابراہیم ابن ابی بکیر بن ابی سمال کے بارے کچھ نہیں کہا حالانکہ یہ واقفی تھا۔ جیسا کہ اس بات کی وضاحت شیخ طوسی اور علامہ نجاشی نے کی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر ضعفاء کے بارے کچھ بیان نہیں کیا۔ حتی کہ انہوں نے حسن بن علی السجاد کے بارے کچھ نہیں کہا با یں کہ یہ ابو الخطاب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت دیتا تھا۔[2]

شیخ طوسی نے اس کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اس کتاب سے پہلے فہرست کا نام سے جو کتابیں چھپی ہیں وہ ناقص ہیں۔ اور اس کتاب میں ان کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ابو الحسین احمد بن حسین بن عبید اللہ

---

[1] فہرست شیخ طوسی: ص 2، طبع اولی

[2] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 71

Presented By: https://jafrilibrary.com

المعروف بابن عضائری کی دو کتابوں کا بھی ذکر ہے۔ جن میں سے ایک کا تعلق اصول سے اور دوسری کا تعلق مصنفات سے ہے۔[(1)]

شیخ کی یہ کتاب تالیف کے اعتبار سے رجال شیخ پر مقدم ہے کیونکہ اکثر مقامات پر انہوں نے رجال سے فہرست کی طرف رجوع کیا ہے۔[(2)]

اس کتاب کے مقدمے میں سید بحر العلوم فرماتے ہیں:

"حاول فیه مؤلفه ذکر المؤلفین الذین اتصل الیهم اسناده، مع الایعاز الی مکانتهم من الثقه والاعتماد احیاناً، والاکتفاء بذکر مؤلفاتهم اطراداً، اذ الغایة المقصودة له هو سرد المؤلفات، والاسناد الیها۔[(3)]

ترجمہ: اس کتاب میں مصنف نے ان تمام مؤلفین کا ذکر کیا ہے جن کی اسناد ان سے متصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ان کی وثاقت اور اعتماد کے حوالے سے اشارہ کیا ہے۔ اور کبھی مؤلفین کے نام بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد صرف مؤلفات اور ان کی اسناد کو بیان کرنا ہے۔

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

اس کتاب کی چند خصوصیات ذیل میں ہیں:

1۔ اس میں شیخ نے ہر اس راوی کو بیان کیا ہے کہ جس کی کتاب یا قابل اعتماد اصل ہے۔ اسی لیے مصنف نے صرف امامی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس میں دوسروں کو حتی کہ صاحبان عقائد منحرفہ وفاسدہ کو شامل کیا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس میں امامی کو شامل کیا ہے تو اس سے ان کی مراد امامی بالمعنی اعم ہے۔ یعنی غیر عامی ہونا۔

2، بعض اوقات مصنف کے نام کو ذکر فرمایا ہے اگرچہ اس کی کتب معروف نہ بھی ہوں۔ مثلاً ابراہیم بن سلیمان بن داحا المزنی کا تذکرہ کرتے وقت فرمایا ہے کہ جاحظ اس سے اکثر روایات لیتا تھا اور ابراہیم نے کئی کتابیں تصنیف کیں ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

3۔ اس میں شیخ نے 889 مصنفین کو بیان کیا ہے کہ جس میں اصبغ ابن نباتہ کو بھی شامل کیا ہے۔

---

[1] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص 219
[2] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص 37
[3] اصول علم الرجال: عبدالہادی الفضلی، ص 102

Presented By: https://jafrilibrary.com

4۔اکثر روایات کو اپنے جن مشائخ کی کتب سے نقل کیا ہے وہ یہ ہیں: شیخ مفید،سید مرتضیٰ،ابن عبدون،احمد بن صلت اھوازی،ابن ابی جید اور عضائری۔اور بہت کم اپنے دیگر مشائخ سے نقل کیا ہے۔

5۔ بعض اوقات مترجم کے حال کو مدح اور قدح کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔اسی طرح کبھی اس کے ضمن میں مترجم کے علاقے اور اس کی اصل کو بیان کیا ہے۔

6۔ شیخ نے جتنے بھی رواۃ بیان کئے ہیں وہ سارے سوائے ایک جماعت کے شیعہ امامی ہیں۔اور ایک جماعت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ زیدیہ ہے،ناووسیہ ہے،واقفیہ ہے یا فطحیہ ہے۔

7۔وہ کتاب کہ جس میں اپنے مشائخ سے روایات نقل کیں ہیں ان میں بعض اوقات ایک سے زیادہ طرق بیان کئے ہیں۔

8۔ بعض رواۃ کے فقط اسماء بیان کیے ہیں لیکن ان کی تصنیف بیان نہیں کی۔مثلا ابو الاحوص المصری۔

9۔ شیخ نے رواۃ کے اسماء بیان کرتے وقت ان کی حروف معجم کی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے لیکن بعض مقامات پر اس بات کا لحاظ نہیں رکھا۔مثلاً ابراہیم کے بعد اسماعیل،اس کے بعد اسحاق،اس کے بعد آدم،اس کے بعد ایوب کا ذکر کیا ہے۔[1]

پانچویں فصل:اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

اس کتاب فہرست کو مصنف نے اصول اور مصنفات کو بیان کرنے کے لیے تحریر کیا ہے۔اور اس میں طرق کو بیان کیا ہے جو کہ دو جہات سے فائدہ مند ہیں:

1۔خود ان اصول اور مصنفات کے طرق بیان کرنے میں فوائد ہیں۔

2۔ان اصول اور مصنفات میں سے روایات کو تہذیب میں بیان کیا ہے لیکن ان کے طریق کو بیان نہیں کیا نہ کتاب میں اور نہ ہی کتاب کے خاتمے میں۔البتہ اس کے طریق کو کتاب فہرست میں بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ اس حوالے سے مفید ہے کہ بعض اوقات ان اصول اور مصنفات کے طریق تہذیب میں ضعیف ہیں جبکہ فہرست میں صحیح ہیں۔پس فہرست کے طریق کے مطابق اس خبر کو صحت سے متصف کرسکتے ہیں۔بشرطیکہ اس بات کا علم ہو کہ حدیث کو خود کتاب سے لیا گیا ہے۔[2]

---

1 صیانۃ العلوم الاسلامیہ و دور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری،ص339

2 کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی: ص70

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔اور اس میں 912 راویوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔کتاب میں سب سے پہلے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اور آخر میں ابن عصام کا ذکر ہے۔اس کتاب کی تالیف کا مقصد یہ تھا کہ صاحبان کتاب کا تعارف کروایا جائے۔

شیخ طوسی نے ہر ایک کا نام ذکر کرنے کے بعد عموماً اس پر جرح و تعدیل بھی کی ہے۔اسی لیے اس کتاب کو رجال کے ماخذ کا درجہ حاصل ہے۔(1)

جیسا کہ اس کتاب کے مقدمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان تمام راویوں کو شامل کیا ہے کہ جو شیعہ ہیں نہ کہ امامیہ اثناء عشریہ۔پس جس مقام پر انہوں نے کسی کے مذہب کو بیان نہیں کیا تو یہ اس بات سے کاشف نہیں ہے کہ وہ شخص امامی ہے۔ہاں البتہ اس کے غیر عامی ہونے سے کشف کرے گا۔کیونکہ جب انہوں نے بالاعم کتب شیعہ کا تذکرہ کیا ہے تو وہ فاسد المذہب کو بھی شامل ہے۔(2)

---

1 علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص219

2 مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص36

Presented By: https://jafrilibrary.com

چھٹاباب:

رجال برقی

مقدمہ:-

یہ ان کتب رجالیہ میں سے ہے کہ جس پر متاخرین کی کتب میں اعتماد تام ہوتا ہے۔البتہ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اس موضوع میں احمد بن محمد بن خالد برقی نے کتاب لکھی ہے یا نہیں؟اس کتاب کے بارے ہم تفصیل سے بحث کریں گے:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

آپ تیسری صدی کے شیعہ علماء میں سے تھے۔وہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ان کے دادا محمد بن علی کو حضرت زید شہید کی حمایت کے جرم میں حاکم کوفہ یوسف بن عمر نے گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔بعد ازاں انہیں شہید کر دیا گیا۔اس واقعے کے بعد برقی اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ قم کے نزدیک ایک گاؤں "برق رود" آگئے۔[1]

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

ان کے بارے علماء کی آراء ذیل میں بیان ہو رہی ہیں:

1۔علامہ نجاشی ان کے بارے فرماتے ہیں:

"محمد بن خالد بن عبدالرحمن بن محمد بن علی البرقی، ابوعبداللہ مولیٰ ابی موسی اشعری، ینسب الی برق رود۔۔۔ولہ اخوۃ یعرفون بابی علی الحسن بن خالد، وابی القاسم الفضل بن خالد، ولابن الفضل ابن یعرف بعلی بن علاء بن فضل بن خالد، فقیہ، وکان ضعیفاً فی الحدیث وکان ادیباحسن المعرفۃ بالاخبار وعلوم العرب"۔[2]

---

1 علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص219

2 رجال النجاشی: ص335، رقم898

Presented By: https://jafrilibrary.com

ترجمہ: محمد بن خالد بن عبدالرحمن بن محمد بن علی البرقی، ابو عبداللہ (کنیت) ابو موسیٰ اشعری کے غلام تھے اور برق رود نامی علاقے کی طرف منسوب تھے۔ ان کے بھائی تھے جو کہ ابو علی الحسن بن خالد اور ابو القاسم الفضل بن خالد تھے۔ اور ابن فضل کے ایک بیٹے تھے جو کہ علی بن علاء بن فضل بن خالد کے نام سے معروف تھے۔ آپ (مصنف) فقیہ تھے۔ حدیث میں ضعیف تھے جبکہ روایات اور علوم عرب میں ادیب اور صاحب معرفت تھے۔

2۔ شیخ طوسی ان کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"انه من اصحاب موسیٰ بن جعفر و الرضا علیهما السلام"۔[1]

ترجمہ: آپ امام موسی بن جعفر الکاظمؑ اور امام علی رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے۔

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کو شیخ طوسی کتاب طبقات کا نام دیتے ہیں۔ جبکہ علامہ نجاشی نے ان کی کتاب رجال کو ذکر کرنے سے پہلے ان کی کتاب طبقات کو ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برقیؒ کی دو کتب ہیں۔ ایک کتاب طبقات اور دوسری کتاب رجال۔

بہر حال رجال برقی کے بارے ان کے کلام میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے اور برقی کے مابین دو یا دو سے زیادہ طبقات کا فاصلہ ہے۔ لیکن اس کتاب کا ثابت ہونا قطعی ہے کیونکہ یہ مشہور کتاب ہے۔ البتہ یہ اصل کتاب شیخ طوسی اور علامہ نجاشی کے بعد کسی تک نہیں پہنچی۔ ابھی جو کتاب موجود ہے وہ کتاب طبقات ہے جو کہ رجال برقی کے نام سے معروف ہے۔[2]

علماء کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ کتاب احمد بن محمد بن خالد برقی صاحب المحاسن کی ہے یا ان کے والد کی ہے؟ ہمارے پاس چند ایسے شواہد ہیں جو ان دونوں نظریات کے بر خلاف ہیں:

1۔ اس کتاب رجال میں اکثر طور پر نسبت کتاب سعد بن عبداللہ بن ابی خلف اشعری القمی کی طرف دی گئی ہے، جبکہ سعد بن عبداللہ۔احمد بن محمد بن خالد برقی سے روایت لیتے تھے۔ یعنی سعد ان کے شاگرد تھے۔ تو بھلا کیسے ممکن ہے کہ برقی اپنی کتاب میں اپنے شاگرد کی کتاب کا حوالہ دیں؟

---

[1] رجال البرقی: ص 11

[2] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص 27

Presented By: https://jafrilibrary.com

2۔اس کتاب میں عبد اللہ بن جعفر الحمیری کو بطور عنوان ذکر کیا ہے۔اور کہا کہ برقی ان سے روایت سنتے تھے۔اور عبد اللہ قرب الاسناد اور شیخ القمیین کے مؤلف ہیں جو کہ احمد بن محمد بن خالد سے روایت لیتے تھے۔یعنی برقی ان کے استاد قرار پائے تو کیسے ممکن ہیں کہ برقی ان سے روایت سنیں؟

3۔اس کتاب میں احمد بن ابی عبد اللہ کا عنوان ذکر کیا ہے۔جو کہ خود احمد بن محمد بن خالد برقی ہیں۔اور اس کتاب میں یہ بھی بیان نہیں کیا یہ کتاب رجال برقی کے مصنف ہیں۔

4۔اس میں محمد بن خالد کا نام ذکر کیا ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ یہ ان کے والد بزر گوار ہیں۔

ان قرائن کی روشنی میں معلوم ہوا کہ یہ کتاب برقی کی ہے اور نہ ہی ان کے والد کی۔پس یا تو یہ کتاب ان کے بیٹے عبد اللہ بن احمد برقی کی ہے کہ جن سے کلینی روایت لیتے تھے یا یہ کتاب ان کے پوتے یعنی احمد بن عبد اللہ بن احمد برقی کی ہے کہ جن سے شیخ صدوق روایت لیتے تھے۔البتہ یہ دوسرا احتمال اقرب ہے کیونکہ اس میں سعد اور حمیری کو بطور عنوان ذکر کیا ہے کہ جو کہ عبد اللہ بن احمد برقی کے معاصر تھے۔[1]

سید بحر العلوم فوائد رجالیہ میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب رجال کے بارے احتمال ہے کہ یہ والد کی ہو کیونکہ اس میں کتاب سعد بن سعد سے روایات منقول ہیں اور سعد کے راوی والد تھے نہ کہ بیٹے۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یہ کتاب بیٹے کی ہو کیونکہ اس میں امام علی رضاؑ کے اصحاب میں اپنے والد محمد بن خالد برقی کا ذکر کیا ہے۔[2]

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

اس کتاب کی چند خصوصیت یہ ہے کہ اس میں طبقات رواۃ کو بیان کیا گیا ہے۔اس طرح کہ ان کو زمانوں نے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

رجال برقی کی تالیف رجال شیخ کے طرز پر کی گئی ہے۔برقی نے رسول خداﷺ سے لے کر امام زمانہؑ تک کے جملہ راویوں کا بالترتیب تعارف پیش کیا ہے۔اور آخر میں رسول خداﷺ کے ان بارہ اصحاب کا تذکرہ کیا ہے کہ جنہوں نے مسجد

[1] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص72
[2] صیانۃ العلوم الاسلامیہ ودور علم الرجال فیھا: عبدالرسول غفاری، ص334

Presented By: https://jafrilibrary.com

نبوی میں جمعہ کے دن حضرت ابو بکر کے سامنے کھڑے ہو کر ان کی خلافت پر اعتراض کیا تھا۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر 1707 راویوں پر بحث کی گئی ہے۔[1]

باب اسماء میں رجال کا تذکرہ کرنے کے بعد ایک باب اسماء مرتب کیا ہے کہ جس میں ان نساء رواۃ کا تذکرہ ہے کہ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی ایک سے روایت نقل کی ہے۔

اس کتاب میں کسی بھی قسم کی جرح و تعدیل بیان نہیں کی گئی۔ علامہ نجاشی کے اس کتاب کے مصنفات کو شمار کرنے کے لیے کتاب الطبقات لکھی۔ اس کے بعد تین کتب ذکر کیں پھر ان کی کتاب رجال کا تذکرہ کیا۔ ابھی جو کتاب ہمارے پاس موجود ہے وہ کتاب الطبقات ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) جو کہ رجال برقی کے نام سے مشہور ہے۔[2]

---

[1] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص220

[2] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص71

Presented By: https://jafrilibrary.com

ساتواں باب:

رسالہ ابو غالب زراری

مقدمہ:-

قدماء اس کتاب کو "الرسالۃ الی ابن ابنہ ابی طاھر فی ذکر آل اعین" کے نام سے پکارتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ کے بقول یہ کتاب زرارہ ابن اعین، ان کے بھائی، ان کی اولاد، ان کی کتب اور ان کی روایات پر مشتمل ہے۔ اس میں بہت فوائد ہیں۔ علامہ طہرانی اس کتاب کو اجازہ ابو غالب زراری کا نام دیتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے ہم مختصر طور پر ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

اس رسالے کے مصنف احمد بن محمد بن سلیمان بن حسن بن جہم بن بکیر بن اعین کوفی بغدادی ہی۔ جن کی ولادت 285ھ میں ہوئی جبکہ وفات 368ھ میں ہوئی۔ ان کو بکیر بن اعین کے بھائی کی نسبت سے زرازی کہا جاتا ہے۔

ان کے مشائخ کی تعداد تقریباً 25 ہے کہ جن کی تفصیل ان کے رسالے میں موجود ہے۔[1] ان کی تحریر کردہ کتب کے اسماء ذیل میں ہیں:

1۔2۔رسالہ ابو غالب زراری۔ کتاب الادعیہ

3۔4۔کتاب الافضال۔ کتاب التاریخ

5۔6۔7۔دعائے سفر۔ دعائے سر۔ مناسك حج۔

8۔جزء فی خطبة الغدیر۔

---

[1] رسالہ ابو غالب زراری: ص52

Presented By: https://jafrilibrary.com

9۔اخبار تهامه

10۔اخبار مجموعه[1]

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

ان کے بارے علمائے اعلام کی عبارات یوں ہیں:

1۔علامہ نجاشی فرماتے ہیں:

"کان شیخ العصابة فی زمنه و وجههم"۔[2]

ترجمہ: اپنے زمانے کے تمام لوگوں کے بزرگ اور پیشوا ہیں۔

2۔شیخ طوسی فرماتے ہیں:

"جلیل القدر، کثیر الروایة، ثقة"۔[3]

ترجمہ: عظیم مرتبے کے مالک، اور اکثر روایت کرنے والے اور قابل وثوق ہیں۔

3۔علامہ مجلسی ان کے بارے فرماتے ہیں:

"کان من افاضل الثقات والمحدثین، وکان استاد الافاضل الاعلام"۔[4]

ترجمہ: قابل وثوق افراد اور محدثین میں سے صاحب فضیات اور علماء اور فضلاء کے استاد ہیں۔

4۔سید بحر العلوم کا کلام کچھ یوں ہیں:

"کان ابوغالب رحمه الله شیخ علماء عصره، و بقیة من آل اعین"۔[5]

ترجمہ: ابو غالب (رحمہ اللہ) اپنے زمانے کے علماء میں سے بزرگ اور آل اعین کے باقیات الصالحات میں سے ہیں۔

---

[1] رسالہ ابو غالب زراری: ص70

[2] رجال النجاشی: ص84، رقم201

[3] رجال الطوسی: ص443، رقم34

[4] رسالہ ابو غالب زراری: ص49

[5] رجال سید بحر العلوم: ج1، ص224

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

یہ رسالہ ظاہرا علامہ مجلسی کے پاس موجود تھا۔ اس بات کی انہوں نے خود وضاحت فرمائی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب شیخ حر عاملی کے پاس موجود تھی۔ اس کتاب کے بارے علامہ طہرانی فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ بعینہ قدماء سے ہم تک پہنچا ہے۔

یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں قدماء رواۃ کا تذکرہ ہے۔ نیز اس میں آل اعین کا تذکرہ ہے اور ان کا تعارف کسی بھی شخص سے مخفی نہیں ہے۔ شاید تراجم میں سب سے قدیم کتاب یہی ہے۔

اگر اس کو رجال کی جہت سے دیکھا جائے تو اس کا شمار اولین منابع میں ہوتا ہے۔ اور اولین منابع میں سب سے قدیم کتاب شمار ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کو اصول الرجال میں شمار کیا جاتا ہے۔[1]

چوتھی فصل: کتاب کی خصوصیات

رسالے کے آخر میں ان کتب کی فہرست بیان کی ہے کہ جو ان کے پاس موجود تھیں جن کی تعداد 122 تک جا پہنچتی ہے۔ علامہ طہرانی فرماتے ہیں کہ:

"وفی ھذا الکتاب تراجم کثیرۃ من آل اعین الذین کان منھم فی عصر واحد اربعون محدثاً، قال فیه: ولم یبق فی وقتی من آل اعین احد یروی الحدیث، ولا یطلب العلم، و شحت علی اھل ھذا البیت الذی لم یخل من محدث ان یضمحل ذکرھم۔[2]

ترجمہ: اس کتاب میں آل اعین کے اکثر (رواۃ کے) احوال ہیں۔ جن میں سے چالیس ایک ہی زمانے کے محدثین تھے۔ اس میں مصنف نے فرمایا کہ میرے زمانے میں کوئی بھی آل اعین میں سے ایسا نہیں تھا جو کہ حدیث روایت نہ کرتا ہو یا علم طلب نہ کرتا ہو۔ میں نے اس گھرانے پر نظر دوڑائی تو کوئی ایسا محدث نظر نہیں آیا کہ جس کا ذکر رہ گیا ہو۔

پانچویں فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

زراری نے یہ رسالہ اپنے نواسے محمد بن عبداللہ کے لیے لکھا تھا۔ اس میں اپنے بیس سے زائد مشائخ کا نام لیا ہے۔ اور آخر میں رقم 122 پر جن مؤلفین سے روایت کی ہے ان کے نام لکھے ہیں۔ اس کتاب کو "تاریخ آل زرارہ بھی کہا جاتا ہے۔[3]

---

[1] رسالہ ابو غالب زراری: ص 75

[2] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص 73

[3] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص 220

Presented By: https://jafrilibrary.com

آٹھواں باب:

مشیخہ شیخ صدوق

اس کتاب میں دو فصول میں اختصار کے ساتھ بحث کی جائے گی:

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

یہ کتاب شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ کی کتاب ہے کہ جن کی ولادت امام زمانہؑ کی دعا سے ہوئی۔ آپ کی ولادت 306ھ میں جبکہ آپ کی وفات 381ھ میں ہوئی۔

بنی بابویہ قم کے خاندانوں میں سے ایسا خاندان ہے کہ جس کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور جس نے تیسری اور چوتھی صدی کی علمی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ ملک ایران میں شہر قم علم کا گہوارہ رہا ہے۔

اس سرزمین نے ایسے محدثین اور مصلحین کو جنم دیا ہے اور اس کی فضاؤں سے رشد و ہدایت کے ایسے ایسے ستارے اور ایسے ایسے چاند اور سورج طلوع ہوئے کہ جن سے قم کی تاریخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درخشاں اور تابندہ رہے گی۔[1]

کتب اربعہ کے مصنفین محمدون ثلاثہ میں آپ اوسط ہیں۔

دوسری فصل: مصنف کے بارے علماء کے نظریات

مصنف کے بارے علماء کے نظریات ذیل میں ہیں:

1۔ صاحب مقباس الرواۃ فرماتے ہیں:

"ھو من اکابر الشیعۃ و اجلائھم وکفی فی جلالۃ قدرہ انہ ولد بدعاء الحجۃ صاحب الزمان(عج)"۔[2]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ: شیخ صدوق، ج1، ص14

[2] مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص42

Presented By: https://jafrilibrary.com

ترجمہ: آپ شیعوں کے جلیل القدر اور اکابرین میں سے ہیں۔ آپ کے مقام کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ امام صاحب الزمان (عج) کی دعا سے پیدا ہوئے۔

2۔ علامہ نجاشی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں:

"محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی ابوجعفر، شیخنا و فقیہنا و وجہ الطائفة بخراسان"۔[1]

ترجمہ: محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابوجعفر ہمارے بزرگ اور فقیہ ہیں جو کہ خراسان میں شیعوں کے راہنما ہیں۔

3۔ شیخ طوسی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں:

"جلیل القدر حفظة، بصیر بالفقه و الاخبار و الرجال، له مصنفات کثیرة ذکرناها فی الفهرست"۔[2]

ترجمہ: آپ ایک جلیل القدر عالم تھے، فقہ، روایات اور راویان پر بڑی نظر رکھتے تھے۔

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب میں شیخ صدوق کی روش شیخ کلینی سے مختلف ہے۔ اس طرح کہ شیخ کلینی نے تمام اسناد کو سوائے چند ایک کے بیان کیا ہے جبکہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں اسناد کو مختصر بیان کیا ہے۔ اور اسناد کے اوائل کو حذف فرما دیا ہے۔

اس کے بعد روایت کے آخر میں مشیخہ کو بیان کر دیا ہے کہ جس سے اس طریق کا علم ہو جاتا ہے کہ جس کے ذریعے انہوں نے ان سے روایت لی ہے۔[3]

مشیخہ شیخ طوسی

یہ کتاب مشیخہ شیخ صدوق کی طرح ہے۔ اس میں مصنف نے دونوں کتاب کی احادیث کو اسمائے اصحاب اصول اور مصنفات سے شروع کیا ہے۔ اس کتاب کی روش کو دیکھ کر کبھی یہ خیال آتا ہے کہ یہ کتاب علم رجال کے مسائل سے خارج ہو جائے کیونکہ اس میں جرح و تعدیل کے حوالے سے راویوں کے احوال بیان نہیں کیے گئے۔

---

[1] رجال النجاشی: ص389، رقم 1049

[2] رجال شیخ طوسی: ص439، رقم 6275

[3] کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص74

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن چونکہ طبقات کے حوالے سے بحث کرنا علم رجال کی اساس اور بنیاد ہے اس طرح کہ اس میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان تمیز کی جاتی ہے۔اور یہ چیز مشیخہ میں پائی جاتی ہے اس لیے اس کتاب کو کتب رجال میں شمار کیا جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خاتمہ: -

رجال ابن غضائری

مقدمہ:

ابتدائی زمانے میں وہ کتب جو رجال کے موضوع پر لکھی گئیں اور بعض جن کو امہات الکتب الرجالیہ کے نام سے جانتے ہیں۔ان کو اصول الرجال بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اس مقالے کے آغاز پر بیان کیا کہ اصول الرجالیہ کی یہ ترتیب آیت اللہ جعفر سبحانی کے مطابق ہے۔اس لیے کہ جن اصول کے مابین اختلاف نہیں ہے۔وہ یہ ہیں:

1۔رجال کشی 2۔رجال نجاشی 3۔رجال طوسی 4۔فہرست طوسی

اس کے علاوہ باقی اصول کے مابین علماء میں اختلاف ہے۔چونکہ رجال ابن غضائری کو اکثر علماء اصول الرجال میں شامل کرتے ہیں۔اس لیے ہم نے بطور خاتمہ اس کے ذکر کرنے کو منتخب کیا ہے۔

پہلی فصل: مصنف کا تعارف

ان کا نام احمد بن حسین بن عبید اللہ ہے مگر یہ ابن غضائری کے نام سے مشہور تھے۔آپ چوتھی اور پانچویں صدی کے معروف شیعہ عالم ہیں۔ان کے والد حسین بن عبید اللہ اسدی واسطی مشہور شیعہ بزرگ اور مشائخ میں سے تھے۔

ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں البتہ ان کی مختصر عمر (جو کہ چالیس سال سے بھی کم تھی) اور ان کے والد کی تاریخ وفات کو مد نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ ان کا انتقال 450ھ میں ہوا ہو گا۔[1]

ان کے مشائخ کے اسماء ذیل میں ہیں:

---

[1] علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص220

Presented By: https://jafrilibrary.com

1۔ابو محمد ابن طلحه بن علی بن عبد الله بن علالة۔

2۔النصیبی ابو الحسین، اخذ عنه قراءة۔

3۔ابوہ الحسین بن عبید اللہ بن ابراهیم الواسطی البغدادی الغضائری۔

4۔الحسن بن محمد بن بندار القمی۔ رویٰ عنه بلفظ(حدثنی)۔

5۔احمد بن عبد الواحد۔

دوسری فصل: مصنف کے بارے میں علماء کے نظریات

عضائری (والد) کے بارے علماء کے اقوال ذیل میں ہیں:

1۔ نجاشیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"شیخنا رحمه الله له کتب۔۔۔اجازنا جمیعها و جمیع روایاته عن شیوخه و مات رحمه الله فی نصف (شهر صفر، سنة احدیٰ عشرة و اربع مائة"۔[1]

ترجمہ: ہمارے استاد جن کی چند کتب ہیں۔انہوں نے ہمیں اور اپنی تمام روایات کا اجازہ دیا ہے۔آپ ماہ صفر کے وسط میں 411ھ میں فوت ہوئے۔

2۔ شیخ الطائفہ اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں:

"الحسین بن عبیدالله الغضائری،یکنی ابا عبدالله،کثیر السماع،عارف بالرجال وله تصانیف ذکرناها فی الفهرس، سمعنا منه و اجاز لنا بجمیع روایاته"۔[2]

ترجمہ: حسین بن عبید اللہ عضائری کہ جن کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، بہت سی روایات سننے والے اور راویان کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ان کی کئی تصنیفات ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب فہرست میں بیان کیا ہے، ہم نے ان سے روایات سنیں اور انہوں نے ہمیں تمام روایات کا اجازہ دیا۔

---

[1] رجال النجاشی: ص69، رقم 166

[2] رجال شیخ طوسی: ص470، رقم 52 بحوالہ کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص80

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابن غضائری (بیٹے) کے بارے علماء کے نظریات ذیل میں ہیں:

1۔ مقدمہ فہرست میں شیخ طوسی فرماتے ہیں:

"انی لما رایت جماعة من شیوخ طائفتنا من اصحاب الحدیث عملوا فهرس کتب صحابنا و ما صنفوه من التصانیف و رووه من الاصول، ولم اجد احداً استوفی ذلك۔۔۔ الا ما قصده ابو الحسین احمد بن الحسین بن عبید الله فانه عمل کتابین، احدهما ذکر فیه المصنفات و الاخر ذکر فیه الاصول، واستوفاهما علی مبلغ ما وجده وقدر علیه، غیر ان هذا الکتابین لم ینسخهما احد من اصحابنا"۔[1]

ترجمہ: میں نے اپنے گروہ کے بزرگان میں سے کوئی ایسی جماعت نہیں دیکھی جس نے علماء کی تصنیف کردہ فھارس پر عمل کیا ہو اور اصول سے روایت کی ہو مگر یہ کہ جس کا قصد ابو الحسین احمد بن الحسین بن عبید اللہ نے کیا، پس انہوں نے دو کتابوں میں کام کیا، ایک کتاب مصنفات کے بارے اور دوسری اصول کے بارے میں ہے۔ انہوں نے اس میں اپنی وسعت کے مطابق کام کیا اور اس میں کامیاب ہوئے مگر یہ کہ ان کی دونوں کتب کو کسی نے بھی منسوخ نہیں کیا۔

2۔ نجاشی ان کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"له کتب لا یعرف منها الا النوادر، قراته انا و احمد بن الحسین علی ابیه"۔[2]

ترجمہ: ان کی چند کتب ہیں کہ صرف کم ہی لوگ ان کے بارے جانتے ہیں، میں نے اور احمد بن حسین نے ان سے کسب فیض کیا۔

3۔ مجمع الرجال میں عنایت اللہ قہپائی فرماتے ہیں:

"انه شیخ الشیخ و النجاشی وعالم عارف جلیل کبیر فی الطائفة"۔[3]

ترجمہ: آپ شیخ طوسی اور نجاشی کے استاد ہیں، صاحب علم و معرفت، گروہ علماء میں جلیل القدر شمار ہوتے ہیں۔

4۔ علامہ وحید بہبہانی کے تعلیقہ میں مذکور ہے:

---

[1] دیباچہ فہرست شیخ طوسی: ص1 بحوالہ کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص80

[2] رجال النجاشی: ص83، رقم 200

[3] مجمع الرجال: ج1، ص108

Presented By: https://jafrilibrary.com

"هو من المشائخ الاجلة الثقات الذين لا يحتاجون الى التنصيص بالوثاقة، ويذكر المشائخ قوله فی الرجال، و يعدونه فی جملة الاقوال، ویاتون به فی مقابلة اقوال اعاظم علماء الرجال، ویعبرون عنه بالشيخ ويذكرونه مترحماً عليه ، وهو المراد بابن الغضائری علی الاطلاق"۔[1]

ترجمہ: آپ جلیل القدر بزرگان اور ان قابل اعتماد افراد میں سے ہیں کہ جن کو ثقہ کہنے کی احتیاج نہیں، ان کے اقوال کو خود مشائخ اپنی کتب رجال میں ذکر کرتے ہیں اور ان کے قول کو اقوال میں سے ایک قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے قول کو علمائے عظام کے مقابلے میں لاتے ہیں۔ اور ان کو شیخ کا لقب دیتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ "رحمہ اللہ" لکھتے ہیں۔ ان کی مراد مطلقاً ابن غضائری ہیں۔

تیسری فصل: کتاب کا تعارف

اس کتاب کو رجال غضائری کہا جاتا ہے اور کبھی رجال ابن غضائری کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہی کتاب ضعفاء ہے کہ جس کا تذکرہ علامہ حلی نے اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ قہپائی نے مجمع الرجال میں بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے اختلاف ہے کہ آیا یہ کتاب حسین بن عبید اللہ غضائری کی ہے یا ان کے فرزند احمد بن حسین بن عبید اللہ کی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ کتاب ان کے فرزند یعنی احمد بن حسین بن عبید اللہ کی ہے۔ یہ قول اقویٰ ہے۔

اس کی چند وجوہات ہیں جو کہ ذیل میں ہیں:

1۔ سب سے پہلے جس نے اس کتاب پر انحصار کیا وہ سید ابن طاؤس ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب تحریر طاؤسی[2] کے مقدمے میں اس کتاب کی نسبت احمد بن حسین بن عبید اللہ کی طرف دی ہے۔

2۔ شیخ طوسی نے اپنی کتاب فہرست کے شروع میں احمد بن حسین کی دو کتب کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کی والد کی کسی کتاب کا تذکرہ نہیں کیا۔

احمد بن حسین بن عبید اللہ غضائری کی طرف چار کتب منسوب ہیں:

1۔ کتاب رجال کہ جس کو کتاب الضعفاء کہا جاتا ہے۔

[1] تعلیقۃ الوحید البہبہانی: ص398 بحوالہ توضیح المقال فی علم الرجال: ملا علی الکنی، ص288
[2] التحریر الطاؤوسی: ص5۔ سماء المقال فی علم الرجال: ابو الہادی الکلباسی، ج1، ص5-6

Presented By: https://jafrilibrary.com

2۔3۔ فہرست کے مقدمے میں شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ احمد بن حسین کی دو کتاب ہیں۔ ایک مصنفات کے بارے میں جبکہ دوسری اصول کے بارے میں۔

4۔ کتاب الممدوحین۔ اس کتاب کا تذکرہ علامہ حلیؒ کی کتاب خلاصۃ الاقوال میں ہے۔ البتہ یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔

بہرحال ہمارے پاس کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ کتاب مزبور (کتاب ضعفاء) ابن عضائری کی ہے کیونکہ اس کتاب کے بارے شیخ طوسی اور علامہ نجاشی نے تذکرہ نہیں کیا۔ جہاں تک باقی دو کتب کا تعلق ہے کہ جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب فہرست میں کیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کتب رجال کے بارے میں نہیں ہیں۔ بالخصوص علامہ نجاشی ان کے ساتھ رہے لیکن انہوں نے اس کتاب کے بارے کوئی ذکر نہیں کیا۔

علاوہ ازیں نجاشیؒ نے ابن عضائری سے جو کثیر جرح نقل کی ہے وہ ان کی کتاب کی جرح کے مغایر ہے۔ اگر یہ کتاب ثابت ہوتی تو نجاشی اس کو بیان کرتے۔[1]

ابن عضائری کی اس کتاب کو کتاب الجرح اور کتاب الضعفاء بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا مشہور ترین نام رجال ابن عضائری ہے۔ اس کتاب میں صرف 225 راویان کے بارے بحث کی گئی ہے۔[2]

سب سے پہلے جس نے اس کتاب پر انحصار کیا وہ سید جمال الدین ابو الفضائل احمد بن طاؤوس الحسنی الحلیؒ ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتاب "حل الاشکال فی معرفۃ الرجال" لکھی اور اس میں پانچ رجالی کتب کی عبارات کو جمع کیا۔ یعنی رجال طوسی، فہرست طوسی، اختیار کشی، فہرست نجاشی اور کتاب ضعفاء۔

ان کے بعد ان کے شاگرد علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب خلاصہ میں اور ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں ان کی اتباع کی۔ اور بعینہ سید ابن طاؤوس کی مانند عبارات درج کیں۔ ان کے بعد میں آنے والے تمام علماء نے ان کی عبارات نقل کیں۔ کیونکہ جو نسخہ سید طاؤوس کے پاس تھا وہ متاخرین تک نہیں پہنچ سکا۔ اور رجال ابن عضائری میں سے وہی بچ گیا جو کہ حل الاشکال میں تھا۔ اگر سید طاؤوس اس کو درج نہ کرتے تو رجال ابن عضائری کا نام و نشان ہمارے پاس نہ رہتا۔[3]

---

1 مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی، ص40
2 علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، ص221
3 کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، ص83

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھی فصل: اسمائے رواۃ تحریر کرنے کی روش

مصنف نے اس کتاب میں رواۃ کو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی وثاقت یا تضعیف کو بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ راوی کہاں کا رہنے والا تھا۔

اس کتاب میں ان کی روش بالترتیب ذیل میں بیان کی جارہی ہے:

1۔ باب الف میں 18 رجال، باب باء میں 2 رجال، باب تاء میں ایک رجل، باب جیم میں 6 رجال، باب حاء میں 15 رجال، باب خاء میں 3 رجال، باب دال میں 2 رجال، باب ذال میں دو رجال، باب راء میں ایک رجل، باب زاء میں 4 رجال، باب سین میں 13 رجال، باب شین میں ایک رجل، باب صاد میں 5 رجال، باب طاء میں ایک رجل، باب ظاء میں ایک رجل، باب عین میں 32 رجال، باب فاء میں 4 رجال، باب قاف میں 4 رجال، باب میم میں 38 رجال، باب واؤ میں ایک رجل اور باب یاء میں 7 رجال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

2۔ باب اسماء کے بعد باب کنی مرتب کیا ہے کہ جس میں ایک رجل کا تذکرہ ہے۔

3۔ آخر میں ایک باب فہارس مرتب کیا ہے کہ جس میں درج ذیل فہارس شامل ہیں:

- فهرس اسمائے اعلام
- فهرس کنیٰ اعلام
- فهرس القاب الاعلام وانسابهم
- فهرس الفاظ جرح و تعديل
- فهرس المصطلحات و الالفاظ الخاصة
- فهرس المواضع و البلدان
- فهرس الكتب غير المصادر و المراجع

Presented By: https://jafrilibrary.com

منابع و مآخذ

1۔ من لایحضرہ الفقیہ: شیخ صدوقؒ، جلد 1، طبع ثانی، الکساء پبلشرز کراچی پاکستان۔

2۔ خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال: علامہ حلیؒ، طبع 1388ھ، نشر الفقاہہ قم مشرفہ

3۔ رسالۃ ابو غالب زراری الی ابن ابنہ فی ذکر آل اعین: ابو غالب زراری، طبع اولیٰ 1411ھ، مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی قم مشرفہ۔

4۔ رجال البرقی: احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن خالد برقی، طبع ثانی 1391ھ، مؤسسۃ الامام الصادقؑ قم مشرفہ۔

5۔ اختیار معرفۃ الرجال المعروف بر جال الکشی: شیخ طوسی، طبع 1348ھ، مرکز تحقیقات و مطالعات دانش گاہ مشہد مقدس۔

6۔ رجال شیخ طوسی: طبع ثانی 1411ھ، دار الذخائر قم مشرفہ۔

7۔ رجال نجاشی: طبع سابع 1424ھ، مؤسسہ نشر اسلامی قم مشرفہ۔

8۔ اصول علم الرجال: ڈاکٹر عبد الہادی الفضلی، طبع ثانی 2009ء، مرکز الغدیر لبنان بیروت۔

9۔ کلیات فی علم الرجال: آیت اللہ جعفر سبحانی، طبع سادس 1425ھ، مؤسسہ نشر اسلامی قم مشرفہ۔

10۔ قبسات من علم الرجال: السید محمد رضا سیستانی، جلد 2، طبع اولیٰ 2016ء، دار المؤرخ العربی بیروت لبنان۔

11۔ صیانۃ العلوم الاسلامیۃ ودور علم الرجال فیھا: عبد الرسول غفاری، طبع اولیٰ 2004ء، دار الھادی بیروت لبنان۔

12۔ توضیح المقال فی علم الرجال: ملا علی الکنی، تحقیق محمد حسین مولوی 1421ھ، مرکز بحوث دار الحدیث قم مشرفہ۔

13۔ تحریر المقال فی کلیات علم الرجال: مہدی الہادوی الطہرانی، طبع اولیٰ 1412ھ، ناشر نشر الزہراء۔

14۔ بحوث فی علم الرجال: آیت اللہ آصف محسنی، طبع خامس 1433ھ، مرکز المصطفیٰ العالمیہ قم مشرفہ۔

15۔ اصول علم الرجال بین النظریۃ والتطبیق: شیخ مسلم داوری، طبع اولیٰ، ناشر محمد علی علی صالح المعلم۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

16۔علوم حدیث کا تعارف: علی نصیری، طبع اولیٰ اگست 2014ء، جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی پاکستان۔

17۔الثقات الاخیار من رواۃ الاخبار: شیخ حسین مظاہری، طبع اولیٰ 1428ھ، مؤسسہ الزہراء الثقافیہ الدراسیہ اصفہان۔

18۔مقباس الرواۃ فی کلیات علم الرجال: علی اکبر سیفی مازندرانی، طبع اولیٰ 1422ھ، مؤسسہ نشر اسلامی قم مشرفہ۔

19۔رجال سید بحر العلوم: السید مہدی بحر العلوم، جلد 2، طبع اولیٰ 1363ھ، مکتبۃ الصادقؑ طھران۔

20۔الوجیزۃ فی الرجال: علامہ باقر مجلسی، طبع اولیٰ 1378ھ، مؤسسہ الطباعۃ والنشر وزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی تہران۔

21۔سماء المقال فی علم الرجال: ابو الہدیٰ الکلباسی، جلد 2، طبع اولیٰ 1419ھ، مؤسسہ ولی العصرؑ للدراسات الاسلامیۃ قم مشرفہ۔

22۔اعیان الشیعہ: طبع خامس 1419ھ، دار التعارف للمطبوعات ایران۔

تمت بالخیر

Presented By: https://jafrilibrary.com